ومن يتوكل على الله فهو حسبه

این رسالهٔ مفیده و نسخهٔ جدیده در تشکیک و تنقیح

بعض اشخاص که اکثر عوام اند معاملات عبادات خود را بدان شک و

بدعت منسوب کنند المسمی به

تنقیح العبادات

از نتائج ذهن رسای وحید العصر

والزمن مولوی سید آل حسن صاحب موهانی که نه از برای نام

بلکه جهت افادهٔ انام بتحریر آن همت برگماشته داخل حسنات شدند

در مطبع اسعد الاخبار اکبراباد مطبوع شد

سنه ١٢٧٧ هجری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

قال اللہ تعالیٰ لا تعبدوا الا اللہ یعنی عبادت نکرو کسیکی سوا اللہ تعالیٰ کے وقال اللہ تعالیٰ
ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا یعنی چاہئے کہ ساجھی نہ ٹھیراوے اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسیکو
جاننا چاہئے کہ عبادت کے معنی اور شرک کے ایسے صاف تھے کہ ہماری اسلام اوسکی بہت توضیح کا
ضرور نہ سمجھے مگر اب کہ اوسمیں نزاع واقع ہوئی اوسکی تنقیح کہ مبنی ہو اوپر مقدمات متفق
علیہ کے ضرور معلوم ہوئی اسواسطے یہہ رسالہ لکھا جاتا ہے اسمیں چار فصلیں ہیں اور اسکا نام
تنقیح العبادت اور سنہ ۱۲۷۰ ہجری میں تمام ہوا ہے **پہلی فصل** تنقیح عبادت کے بیان میں کہ
موقوف ہے چند مقدمات پر **پہلا مقدمہ** باتفاق اہل لغت عبادت کے معنوں کی اصل تذلل ہے
یعنی اپنی کمی اور اپنا فروتر ہونا کسیکے نسبت جتانا کہ عین تعظیم طرف ثانی کی ہے بس جو تعظیم کہ تذلل سے
نہیں ہے وہ عبادت نہیں ہو سکتا **دوسرا مقدمہ** بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ کو مستحق عبادت
جاننا اور اوسکی صفات کمال کا اعتقاد اور اوسکے احکام کو تسلیم کرنا یہی اوسکی عبادت ہے اسی سے ثابت
ہوا کہ مطلق عبادت کے ثابت ہونے کے لیے ہاتھ پاؤں وغیرہ کی حرکت کا ہونا جیسے افعال و اعمال کہتے ہیں کچھ
ضرور نہیں ہے **تیسرا مقدمہ** از روئے آیہ کریمہ واخفض جناحک للمؤمنین تعظیم اولیا
اللہ کی اور بموجب آیہ کریمہ واخفض لہما جناح الذل ماں باپ کی تعظیم فرض عین ہے اور کہیں نہی

بعضے دولتمندوں اور فقیروں کی تعظیم کرتے ہیں اور انکو نہیں اونکی پرستش اور عبادت
نہیں سمجھتے ہیں اور نہ اونکو اپنا معبود جانتے ہیں یہاں سے ثابت ہوا کہ صرف مطلق
تعظیم یعنی بغیر کسی قید خاص کے جو آگے ظاہر ہوگی عبادت نہیں ٹھہر سکتی یہ تیسرا مقدمہ تھا
چوتھا مقدمہ موجب آیہ کریمہ من یعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب
تعظیم شعائر اللہ کی یعنی اون چیزوں کی جنکو اللہ تعالے کے ساتھ سوائے نسبت مخلوقیت کے
ایک اور نسبت مخصوص شرفاً و فضلاً حاصل ہے جیسے کعبہ اور ناقہ اللہ اور کتاب اللہ وغیرہ
عین ہے یہاں سے علاوہ ثبوت اوس بات کے جو مقدمہ ثالثہ سے ثابت ہوتی تھی یہ مطلب بھی ثابت
ہوتا ہے کہ تعظیم کے عبادت ٹھہرنے میں طرف ثانی کے عدم انتفاع کو کچھہ دخل نہیں ہے یعنی یہ بات
جس کی تعظیم سے طرف ثانی کو کچھہ نفع ہو اوسے عبادت کہینگے محض غلط ہے کیونکہ بیت اللہ اور کتاب اللہ
تعظیم بنی آدم سے کچھہ نفع نہیں کیونکہ یہ نفس محض ہیں پانچواں مقدمہ مشرکین ہند بموجب
بعض اوقات جانوروں کے ذبح کرنے کو بہوگ دینا اپنے معبود کا اور قربانی کرنا اوسکے نام کی سمجھتا ہے اور
بعض اوقات نہیں سمجھتا ہے حالانکہ ظاہر میں یہ دونوں وقت یکساں ہوتی ہے اور بعضے نماز روزہ
طہارت بدنی اور درستی ارکان کے موجب عذاب ہوتی ہے حالانکہ صورت میں ایسی ہی ہوتی ہے جیسی
پر ثواب ملتا ہے یا کعبہ کے روبرو پیشانی زمین پر رکہی جاتی ہے اور کعبہ کی عبادت نہیں
ٹہہرتی پس معلوم ہوا کہ فرق نیت کا ہے اور چونکہ یہہ دونوں کام یعنی ذبح جانور اور سجدہ کرنا
اہل علم و [illegible] اجر کا اور اپنی خاص شرک فی العبادت کو منحصر نہیں جانتے [illegible]
نیت کے عبادت نہیں ہو سکتی تو اور کوئی فعل تعظیمی بطریق اولی بغیر شمول نیت کے عبادت نہیں ہو سکتا
پس صرف افعال اور اعمال یعنی بغیر شمول نیت کے شرک کی تعبیر کرنا محض غلطی ہے جیسا [illegible]
نجدی نے قرار دیا ہے چھٹا مقدمہ از روے قرآن شریف کے ظاہر ہے کہ مشرکین عرب [illegible] مالک

ملکوت السموات والارض کا الٰہ ہی کو جانتے تھے اور معبودان باطل کو بالکل مثل اللہ کے نہیں سمجھتے تھے
اور نہ کسی صفت کمال میں ان کو بالکل مثل اللہ تعالیٰ کے جانتے تھے اس سے ثابت ہوا کہ صرف اسیکا
نام شرک فی الالوہیت نہیں ہی کہ کسی مادون اللہ کو بہمہ وجوہ مثل اللہ کے جانیے ساتواں
مقدمہ یہہ بات ہر ظاہر اور بالاتفاق مسلم الثبوت ہی کہ بعضی باتیں ایسی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے لیے
ثابت نہیں اور سوا اسکے مخلوقات کے لیے بھی بظاہر ثابت ہیں جیسے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ
زندہ اور دانا اور توانا اور شنوا اور بینا اور گویا اور ارادے والا ہی اور اسی طرح
فرشتوں اور جنوں اور آدمیوں کو بھی زندہ اور دانا اور توانا اور شنوا اور بینا اور
گویا اور صاحب ارادہ کہتے ہیں اور یہہ بھی ظاہر ہی کہ جس طرح فہم اور بولی میں [illegible]
مثلاً زید کا شریک حال عمرو ہی اور اسی طرح جاندار ہونے میں بیل اور بکری اور چھو[illegible]
تر ہونے میں گھاس اور درخت اور تندار ہونے میں کنکر پتھر بھی شریک حال
زید کا ہی اور پایا جانا صفات مذکورہ بالا کا اللہ تعالیٰ میں اور ملک اور جن و بشر میں
مسلم الثبوت ہی اور اس بات سے ظاہر ہوتا ہی کہ صفت کو منجملہ صفات مذکورہ الا علی الاطلاق
الوہیت مختصہ اور معبودیت خاصۂ الٰہی کے متحقق ہونے میں کچھ دخل نہیں ہی اور جس صفت سے کہ
اون صفتوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اختصاص ہی اور اللہ تعالیٰ اوسکی جہت سے تمام کائنات
اور الوہیت اور معبودیت خاصہ میں وحدہ لاشریک ہی وہ وہی امر ہی جسکا ثابت یہہ بھی غیر حق میں
نہ پایا جاوے ورنہ ملک اور جن اور بشر کو دانا اور زندہ اور توانا کہنے میں کفر صریح لازم آتا
اور الوہیت مختصہ میں لاشریک محض ہونا اللہ تعالیٰ کا عقلاً اور عرفاً درست نہ ٹھہر جاتا کیونکہ
اسی جہت سے قرآن شریف اور حدیث صحیح میں جیسا کہ لا الہ الا اللہ اور ہی لاجرم فاعلم انہ لا الہ الا اللہ نہیں وارد ہی
اور جیسا لا نعبدوا الا اللہ اور جیسا لا تعلموا حیا ولا علیما غیر اللہ نہیں وارد ہی اس سے ثابت ہوا کہ

شرک فی العلم اور شرک فی القدرۃ کو شرک فی العبادت کے تحت مین داخل کرنا بلکہ
اوسکا ہم جنس اور قسیم قرار دینا محض غلط اور قطعًا باطل ہی جیسا عبد الوہاب نجدی نے لکھا ہی
یعنی علم یا قدرت جس حیثیت سے کہ اللہ تعالی کی صفت ہی اوسکا اعتقاد کرنا اوسکی عبادت نہیں
اور جس حیثیت سے کہ ساتھہ ماسوا اللہ کے لیے اعتقاد کیا جایگا شرک فی العبادۃ لازم اوسکا نہیں
ایسی کوئی صورت نہین نکلتی کہ شرک فی العلم یا شرک فی القدرت ہو اور شرک فی العبادۃ نہ ٹھہرے
آٹھوان مقدمہ ظاہر ہی کہ کوئی کسیکی دل سے سچی تعظیم نہین کرتا جبتک کہ اوسمین
کوئی صفت عظمت اور بڑائی کی نہین گمان کرتا اور منجملہ صفات کمال عظمت حضرت حق
جل و علی کے جسکا کمال ہونا ہر عام و خاص کی نظر مین ظاہر ہی اور آدمی بہی دنیا مین اونہین
بعضی کی جہت سے معظم ہوتا ہی تین چیزین ہین ایک بی نیازی ماسوا سے دوسرے وسعت
علمی تیسرے وسعت قدرت سو وسعت قدرت کا یہ حال ہی کہ انبیا علیہم السلام نے جانو نمین جان
ڈالدی اور آگ اور پانی اور ہوا اور زمین نے اونکی تابعداری کی کہ اپنے ذاتی خواص
اونکے حکم سے چہوڑ دیے اور آفتاب و مہتاب پر اونکا حکم جاری ہوگیا اور باجماع حقیقی اور
کتاب اور سنت سے ثابت ہی کہ معدوم کو موجود اور موجود کو معدوم لاکہون فرشتے نت ورود کیا کرتے ہین
اور اگرچہ شرعًا یا عقلًا ثابت نہین ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے منجملہ اپنے مقربین کے کسیکو ایسی چیز دین کہ
ایجاد کی قدرت عطا دی ہی یا دیگا مگر کوئی دلیل عقلی یا شرعی اسپر نہین قائم کہ اللہ تعالی منجملہ اپنے عزیزان کے
کسیکا تصرف ہمت کا اسطرح پر جاری نہونے دیگا کہ عورت کے پیٹ مین لڑکا بنا دے
یا علوق دختری کو پسر کر دے اور اگر پانی نہ برستا ہو برسا دے اور مفلس کو تونگر اور بیمار کو
تندرست کر دے کہ وہاں یہ نہین یا تو انکے جادو ہونیکے گمان کو انبیا اور اولیا سے شرک فی
القدرت کہتے ہین حالانکہ فرشتونکا کرنا ایسے ہونکا مسلم ہی سو انسان کا ماخر سمجھا ملایکہ ہی

کیونکہ یہ منصب نہیں پا سکتا اور وسعت علمی کا یہ حال ہی کہ باوجودیکہ اللہ تعالی قران
شریف میں فرماتا ہی کہ لا یعلم من فی السموات والارض الغیب الا اللہ یعنی غیب کی بات سوا
اللہ تعالی کے کوئی شخص نہیں جانتا ہی معہذا قران شریف میں یہ بہی فرمایا لا یظہر علی غیبہ
احدا الا من ارتضی من رسول یعنی اللہ تعالی اپنے غیب پر کسیکو مشرف نہیں کرتا مگر جسکو برگزیدہ
اور رسول کیا اور لوح محفوظ میں سب کچھ مندرج ہی لیکن ملائکہ اوسکی حافظ اور ناظر ہیں اور سبکے نزدیک سب
مراتب مندرجہ جانتے ہیں اور اہل کشف لوح و قلم عقل کل اور نفس کل کو جانتے ہیں یعنی وجود اونکے سے از قبیل ملائکہ
ہیں اور اگرچہ عقلا یا شرعا یہ نہیں ثابت ہوا ہی کہ اللہ تعالی نے کسیکو منجملہ اپنے مقربین بنی آدم کے
اپنے ہر معلوم پر آگاہی دی ہی یا دیگا مگر کوئی دلیل عقلی یا شرعی اسپر نہیں قائم ہی کہ منجملہ اپنے
مقربین بنی آدم کی کسیکو اکثر حالات اپنے ذاتی میں پر مطلع نہیں کر سکتا یا نہیں کریگا لہذا
علم کے گران کو بہ نسبت اولیاء اللہ تعالی کے روا یہ شرک فی العلم کہتے ہیں بالجملہ یہ دونون صفتیں
عظمت کی ظاہر وجود میں آئی اور اسکی ہیں اب رہ گئی تیسری صفت یعنی بے نیاز
اور محتاج نہونا کسیکی سو بدلائل عقلیہ اور شرعیہ اور کشفیہ سچا خود ثابت ہی کہ تمام ماسوی اللہ
جیسا اپنے جوہر ذات کے پانے میں ارادہ الہی کے محتاج ہیں ویسے ہی اپنی صفات اور آثار
اور افعال کے ظہور میں برابر یعنی جبدم اور جبسے جبتک اونکا ہونا اور پایا جانا فرض
کیا جاوے خواہ ازل سے ابد تک خواہ ایک آن بہر حال بالاتصال فیض ارادی حضرت وجود
تقدس و تعالی کے محتاج ہیں جیسے دہوپ برابر آفتاب کی اور شمع کی لو بتی کی محتاج رہتی ہی
نہ ایسی گہڑی محتاج ہوتی ہی کو کہنے والے کی کہ بعد چل نکلنے کے پہر اوسکو ایک مدت تک حاجت
اوسکی نہیں رہتی یعنی تمام موجودات عالم کا اپنی ذات کے پانے میں محتاج ہونا اور جب تعالی
لازم کرتا ہی اثبات کو کہ اپنی صفات اور افعال کے ظہور میں بہی اوسکے فیض ارادی کا محتاج ہیں

بس کسی بات میں کسی چیز کو کسی وقت اوسکا محتاج بنجانا معاذ اوسکی ذات کے موجود ہونہیں
اوسکا غیر محتاج ہونا قرار دیا ہی یعنی بے نیازی افعال اور صفات میں بغیر بے نیازی ذات کے
نہیں درست ہو سکتی پس جسطرح اللہ تعالی کا فی الجملہ نیازمند ہونا عقلاً ممتنع بالذات ہی اوسیطرح
ماسوا اللہ کا فی الجملہ بے نیاز ہونا اوسکا عقلاً اور شرعاً اور کشفاً ممتنع بالذات ہی یعنی وہ
چیز کہ جسکے حق جل وعلی معبودیت حقہ میں وحدہ لا شریک اور شریک اوسکا ممتنع بالذات ہی
سو صرف یہی بے نیازی ہی ما سوا سے کہ زندگی شائبہ بھی اوسکا ظاہر وجود میں نہیں آتا اور نہ
آسکتا ہی اور باقی جتنی صفات کمال میں اونکو جس طرح کی خصوصیت ورب تعالی کے
ساتھ ہی اوسکی وجہ وہی بے نیازی واقع ہوئی ہی یعنی مثلاً اللہ تعالی کو زید کے ہونیکا
علم ویسا ہی جیسا اپنی ذات کا علم آدمی کو ہوتا ہی اور عمر کو جو زید کے ہونیکا علم ہی سو ویسا نہیں
اور نہ ویسا ہو سکتا ہی یا یہ کہ اللہ تعالی کا علم غیر متناہی ہی اور زمانہ کی مخلوقات کا علم غیر متناہی
نہیں ہو سکتا سو اس تفرقہ کی کوئی وجہ نہیں ہی سوا اوسی بے نیازی کی پس اگر اس صفت سے
قطع نظر کیا جاتا تو اوس تفرقہ کے درست ہونیکی کوئی وجہ نہ نکلیگی پس ثابت ہو جاتا کہ
قدرت اور علم جس قدر کہ اوسکی ذاتی لطافت کی رو سے از روئے حادث کے ہوئی ہی اوس
سے بڑھکر جو کرامت کہتے ہیں کسی آدمی کی نسبت اعتقاد کرنا شرک فی العلم اور شرک فی القدرت ہی
محض لغو اور باطل ہی جیسا کہ اسی حقیقت سے شیخ اکبر نے فصوص میں فرمایا کہ ان کا مل تمام
صفتیں اللہ کی میں اول تعالی الی آخرہا ہو جاتی ہیں مگر صفت بے نیازی کہ وہ کسی میں نہیں آئی اور نہ
آسکتی ہی اور سرکا بیکہ بے نیازی مخصوص بحضرت حق ٹھہری تو اور صفات میں کوئی اگر بالفرض اعلی
مراتب کو پہنچ جاتو شرک اور مساوات اوسکی لازم نہ اویگی الحاصل جبکہ یہ سب مراتب زمین سے متعلق ہو
یعنی یہ کہ صرف افعال اور حرکات ظاہرہ یا دل کی بغرض تعظیم کے تعظیم نہیں ہو سکتی

اور صرف یہی شرک فی العبادة نہیں ہے کہ صراحةً ہمہ وجوہ کسی ماسوی اللہ کو مثل اللہ
جانیے اور یہہ کہ کوئی کام کسیکے لیے جو تعظیماً کیا جاتا ہے تب تک دل سے ہر فنائی کے حق میں
عظمت اور برائی کا دینا نہو جسکا دینا اللہ تعالی کے لیے ہو سکتا ہے تب تک وہ کام
عبادت نہیں ٹھہر سکتا اور شرک فی العبادة نہیں ہو سکتا جب تک کسی ماسوا اللہ کے لیے
ایسی عظمت اور برائی کی شایان نہو جو مخصوص حضرت حق جل وعلی ہے اور مخصوص
حضرت حق جل وعلی ایسی بات جسکی جہت سے وہ تمام صفات کمال میں وحدہ لا شریک
ٹھہرے کوئی نہیں ہے مگر وہ جسکا شائبہ بھی مخلوق میں نہ ظاہر ہو اور نہ ظاہر ہو سکے
اور وہ نہیں ہے مگر بے نیازی کیا ذات کی راہ سے اور کیا صفات اور افعال کی راہ سے
تو عبادت اور شرک فی العبادت کے کچھہ معنی نہیں ہو سکتے مگر یہہ کہ جو بیان کیے جاتے ہیں
یعنی جانا جاتا ہے کہ کسی میں کسی عظمت اور برائی مثلاً وسعت علم یا وسعت قدرت کے
ہونیکا اعتقاد بحصر عقلی دو حال سے خالی نہیں آیا اوس صفت کے بالفعل اوسمیں ہونیکا
یعنی خواہ ازل سے ہو خواہ پہلے کبھی آئی ہو غیر کی جہت سے سمجھتا ہے یا
نہیں پہلی صورت میں یعنی اگر غیر کی جہت سے سمجھتا ہے تو یہہ تعظیم عبادت نہیں
قرار پا سکتی کیونکہ اللہ تعالی کی نسبت ایسی تعظیم نہیں ہو سکتی بلکہ یہاں تعلق کفر کا اور جسکے عبادت
نہ ٹھہری تو اور جسکیلیے کیجائیگی شرک فی العبادة اوس سے لازم نہ آوے گا تا نہ
کہ سجدہ کرنا اور جانور کی قربانی سے بھی گو کہ ہماری شریعت میں ان دونوں کاموں کو تعظیماً
بھی غیر تعظیماً ماسوا اللہ کے لیے کرنا ممنوع ہو اسلیے کہ شرعاً ممنوع ہو گئے ہیں یہہ کسیطرح نہیں لازم آتا کہ اسکا
استحقاق سوا اللہ تعالی کے اور کسیکے لیے محال ہی ہو اسی لیے بعضی اگلی شریعتوں میں سجدہ تعظیمی درست
جیسا حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کو سجدہ کیا اور فرشتوں نے آدم کو اور [illegible] جو تعین یعنی اگر

عظمت کے باب جاننے کو غیر کی جہت سے نہیں سمجھا ہی تو ایسی تعظیم اللہ تعالی کے لیے ہو
سکتی ہی پس عبادت ٹھہری اور جبکہ عبادت ٹھہری تو اور جس کسیکے لیے کیجاویگی شرک فی العبادة
لازم آویگا گو کہ صرف سلام کرنا یا مؤدب دو زانو بیٹھنا ہو اگر کوئی کہے کہ مثلاً
کوئی کسی کو بڑائی کی بات میں مطلق ما سوا کے بے نیاز سمجھے یا یہہ سمجھے کہ اوسکو علم تمام مخلوقات کا
اسطرح پر ہی جیسے اللہ تعالی کو ہی یا یہہ کہ تمام کمالات اوسکے بعینہٖ جیسے کمالات خدا کے مگر
یہہ قید بھی لگادے کہ اپنی ذات کے پیدا ہونے میں مستغنی خدا سے نہیں ہی تو چاہیئے کہ
اسمیں شرک فی العبادة لازم نہ آوے کیونکہ ایسی قید کے ساتھ یہہ کوئی تعظیم اللہ تعالی کے
لیے نہیں ہو سکتی جواب اوسکا یہہ ہی کہ یہاں خود ثابت ہولیا ہی چنانچہ اوپر مذکور
ہوا کہ کسی بات میں بے نیازی نہیں بن سکتی بغیر بے نیازی ذات کے پس قائل ہونا اوس
بے نیازی کا عین قائل ہونا اس بے نیازی کا ہی اور کسی مخلوق کے کسی کمال کو بعینہ جاننا
اوسکی ذات کو غیر مخلوق جاننا ہی علاوہ برین جب ہر طرحکی ہر بات میں بے نیازی خاصہ
خداوند تعالی کے لیے ٹھہری تو پھر جس کسی بات میں کسیطرحکی بے نیازی جب ما سوا اللہ کے لیے گمان
کیجاویگی تو شرک لازم آویگا اسیواسطے کفار عرب مشرک ٹھہرائے گئے یعنی اگرچہ اپنے معبودوں کو
بجمیع الوجوہ مثل اللہ تعالی کے بصراحة نہیں رکھتے تھے مگر اونکے اسطرح کے کاموں
جیسے اونکی بڑائی اپنے خیال میں ٹھہرائی تھی خداوند تعالی کی مشیت سے باہر قرار دیتے تھے
جیسا کہ بعض فرقے اسلام کے آدمیوں کے افعال روزمرہ کو خدا کی مشیت سے علاوہ ٹھہراتے ہیں
چنانچہ اسی لیے قرآن شریف میں معبودان مشرکین کی شفاعت کے رد میں باذن اللہ کا
لفظ آتا ہی الغرض اذا ثبت تو کلی جو بمقتضی آیہ کریمہ لا تعبدوا الا اللہ وانا النذیر
بعبادت رب ابتدا کی یہہ ٹھہری کہ بے نیاز کل ما سوا سے اور کسیکا محتاج نہو کسی بات میں

کیا اصل ذات نہ پائے جاتے ہیں اور کیا کسی برائی کی صفت اور کیا کسی بڑائی کی
کام میں سوائے اللہ تعالی کے کسی کو نہ سمجھا کرو اور نہ یہ سمجھ کر کسی کے لیے سوا اللہ تعالی کے کوئی
اس تعظیم کا عمل میں لایا کرو اور نہ عمل میں لانا جائز سمجھا کرو اور جس کسی کی تعظیم کیا کرو تو اس کی اور
عظمت کی بات میں برابر ہر آن اللہ تعالی کا محتاج سمجھا کرو جیسے مہتاب آفتاب کی محتاج ہوتی
اللہ تعالی کو ہر کمال میں اور تمام افعال میں کل ما سوائے سے بے نیاز سمجھا کرو اور ہر کمال میں صفت
اس کو وحدہ لا شریک جانا کرو اگر کوئی کہے معتزلہ وغیرہ بندوں کے افعال روزمرہ میں خدا کی
مشیت کا کچھ دخل نہیں سمجھتے ہیں چاہیے کہ وہ بھی مشرک ٹھہریں ہم کہیں گے البتہ ان کو مشرک ٹھہرانا
لازم آتا ہے مگر دو وجہ سے ان کو صریح مشرک نہیں ٹھہرا سکتے جیسے رسول اللہ صلعم کے وقت میں مشرک
تھے ایک شبہ عارض ہوتا ہے ایک یہ کہ بندوں کے افعال روزمرہ کی جہت سے کسی طرح کا تذلل
تجویز نہیں کرتے ہیں اور بغیر تذلل کوئی بات عبادت نہیں ٹھہر سکتی دوسرے یہ کہ ان کا
اجمالی نہ جانا ... کا بھی ہے کہتے ہیں کہ ہم ان سب میں ... ان کی سزا اور
تقسیم شرک سے جاتی ہے اور حکم تکفیر کا مانند حکم حدود و قصاص کے ذری شبہ میں ساقط ہوتا ہے
مگر در واقع مشرک ٹھہرانا ان کا لازم آتا ہے چنانچہ حدیث شریف میں وارد ہے کہ قدریہ یعنی منکر
تقدیر الہی کے مجوس ہیں میری امت کے یعنی جس طرح مجوس ... ہیں اور آگ اور تاریکی کو خالق
[illegible] قرار دیکر جانتے ہیں کہ ان کے برے کاموں میں مشیت خدا کو کچھ دخل نہیں ہے ایسا یہ بھی
بنی آدم کو مخلوق الہی قرار دیکر ان کے افعال روزمرہ کو مشیت خدا سے علاقہ محض جانتے ہیں

دوسری فصل

متوجہ بندے عبادت کے معنی ایسے ٹھہرائے ہیں جس سے لازم
آتا ہے کہ سارا جہان ہمیشہ سے مشرک ہوتا رہا ہے بلکہ وے خود بھی یعنی وے کہتے ہیں کہ جس بات کو
شریعت محمدیہ نے عبادت الہی میں داخل ٹھہرا رکھا ہے اور جو باتیں مشرک لوگ عزت ... سمجھتے تھے

لیے کرلیتے ہیں یہ دونون قسم کے کام عبادت نہین ہو اگر غرض عبادت کے لیے کوئی بات اوسمین کہی جاوی

اشتراک بالله لازم آویگا کسی طرح کی نیت رہے حالانکہ یہہ قاعدہ محض غلط اور باطل ہی کیونکہ تمام

باسنت یا اجماع سے نہین ظاہر ہوتا ہی علاوہ اسکے بہت سی باتین اوس قاعدہ کے خلاف ازروے اصول

انکار ہاین اور معہذا اکثر انکے اہل علم مدار کار صرف ترجمہ لفظی قران شریف و حدیث پر رکہتے ہین

اور اصول تفسیر وغیرہ کو لغو جانتے ہین حالانکہ بغیر اصول صوفیہ کے بہت جگہ قران شریف مین معاذ الله تعارض لازم

آتا ہی اور جو صرف ترجمہ پر رہے تو انہین الزام دیجیے تو اوسوقت متکلمین اور فقہا کا دامن پکڑتے ہین حالانکہ

بہت جگہ اونکے اجماع کے خلاف کرتے ہین اور جانتے نہین سو اونکے الزام کے لیے تہوڑی سی باتین تو ضرور ہین

لکہتا ہون ازانجملہ با ادب بیٹہنا منجملہ ارکان نماز ہی معہذا صحابہ کرام کا با ادب بیٹہنا آنحضرت صلعم کے

حضور مین اسطرح کہ گویا اونکے سر پر ایک چڑیان بیٹہتی ہین کہ اگر سانس بہی لین تو اڑ جاوین یعنی

بالکل بیٹہا ہوکر ازروے احادیث مسلم الطرفین ثابت ہی اور یہہ نشست بعینہا وہی ہی جو مرید واسطے

حصول فیض باطن کے اپنے پیر کامل کے حضور مین بیٹہتے ہین ازانجملہ قیام بہی رکن نماز ہی معہذا

بروایت ابوداود ثابت ہی کہ جناب سیدہ آنحضرت صلعم کے لیے تعظیما کہڑی ہوا کرتی تہین اور

بروایت صحیحین ثابت ہی کہ آنحضرت نے خود گروہ انصار کو سعد بن معاذ کے لیے کہڑے ہونیکا حکم دیا

اور بروز صلح حدیبیہ بعض صحابہ کا خدمتگار آنحضرت کے حضور مین کہڑے ہونا بہی مروی ہی

اور آنحضرت صلعم جو اپنے لیے کہڑے ہونیکو ناپسند کرتے تہے سو محض تواضعا ناپسند کرتے تہے

نہ تشریعا ورنہ جناب سیدہ کو بہی منع فرماتے ہان جو کوئی خود اپنے لیے دنیا کی عظمت کے لیے اونکو

دوسرونکو کہڑے رہنیکا حکم دے وہ البتہ گنہگار ہی نہ کہ اپنی خوشی سے کسیکا کہڑا ہونا منع ہو اور

شخصونکے لیے جنہین فرمایا کہ جب ہم بیمار ہوا تم ہری عیادت کو نہ آئے ازانجملہ بوسہ حجر اسود کا

کا افتراق ... کہ جو حج کا صرف فرض ہوا اور بروایت ابوداود کا فی المشکوۃ باب ...

اسی باب کے بدن اقدس پر کو دیتی ہوئیں اور قوم عبد قیس کی جب آئی مدینہ میں
تو بے تابانہ سواریوں سے اوتر کر آنحضرت کے دیکھنے کو گئے اور دست و پائے مبارک پر بوسے دیئے روایت کیا اوسکو بخاری
شریف اور ترمذی اور ابن ماجہ میں روایت ہی کہ حضرت صدیق اکبر نے بعد وفات آنحضرت کے آنحضرت کے
جسد اطہر کو بوسہ دیا اور بروایت جامع ترمذی اور ابو داؤد کما فی المشکوٰۃ خود حضرت رسالت نے عثمان
ابن مظعون کی لاش کو بوسہ دیا اور روتے جاتے تھے کہ آنسو آپکے اون کے چہرے پر ٹپکے زہی شرف و سعادت
عثمان کی بوسہ دیا اوسکی لاش پر وہ شخص جسکے پاؤں چومنے کی فرشتے تمنا کرتے ہوں از انجملہ
طواف کعبہ منجملہ مناسک ضروریہ حج ہی سو ہذا القصہ عمرۃ القضا کا از روے روایات صحیحہ کے مشہور ہی
کما فی المدارج کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت امیر حمزہ کی صاحبزادی کا نکاح جعفر طیار کے ذمہ
کیا موافق اونکی درخواست کے اسوقت حضرت جعفر طیار اٹھ کر آنحضرت صلعم کے گرد گھومے
اور کہا میں نے حبشہ میں دیکھا ہی کہ جب بادشاہ کسیکو انعام دیتا ہی تو وہ شخص بادشاہ کے گرد گھومتا ہی
اور زید بن حارثہ کو جو فرمایا آنحضرت نے کہ تو میری مشابہ ہی خلقت اور عادات میں تو وہ بھی اوٹھکر
گھومے سو گئے اور ایسا ہی کیا اوسی طرح بعضے درویش لوگ سجدہ کرتے ہیں از انجملہ التزام ملتزم
یعنی بدن لگانا کعبہ کی دیوار سے درمیان حجر اسود و دروازہ کعبہ کے منجملہ مناسک حج ہی اگر سینہ و آنکھ و
از روے جامع ترمذی کے قصہ زاہر بن حزام صحابی کا ظاہر ہی کہ ایکبار زاہر آنحضرت صلعم اونکی آنکھیں
پیچھے سے آکر بند کر لیں جب انہوں نے جانا کہ حضرت سید المرسلین ہیں تو اپنی پیٹھ پیچھے
لگاتا تھا کہ آنحضرت کے بدن اقدس سے اونکا بدن لگ جاوے از انجملہ جیسا کہ قرآن شریف میں ہی
واسجدوا للہ الذی خلقہن ان کنتم ایاہ تعبدون یعنی اللہ کا سجدہ کرو جسنے بنایا ہی
اونکو یعنی آفتاب و مہتاب کو اگر تم ہو اوسی کو پوجتے اسیطرح یہ بھی آیۃ ہی
واشکروا للہ ان کنتم ایاہ تعبدون یعنی شکر کرو اللہ کا اگر ہو تم اوسیکو پوجتے اسیکو

بھلا اب سجدہ لغیر اللہ مطلقاً موجب شرک فی العبادۃ ٹھہرایا جاتا تو چاہیے کہ بموجب
دوسرے اثبات کے کہ وہی ترکیب اسمیں واقع ہے شکر غیر اللہ کا مطلقاً شرک ٹھہرے حالانکہ جابجا
ترمذی میں حدیث شریف ہے کہ جس شخص نے آدمی کی شکرگزاری نکی اوسنے اللہ کی شکرگزاری نکی
کما فی التیسیر اور شکرگزاری محسن کی باجماع حقیقی مستحب ہے تنبیہ سجدہ کرنا ان چیزونکو
جنہیں مشرکین اپنا معبود سوا اللہ کے قرار دیتے ہیں سیاست شرعی کی راہ سے مانند زنار باندھنے کے
علامت شرکیت کی ٹھہرائی گئی جیسے نماز پڑھنا کعبہ کی طرف علامت اسلام کی ٹھہرائی گئی ورنہ
عند اللہ بغیر نیت قلبی کے نہ کفر ثابت ہوتا ہے نہ اسلام اور از روی بعض احادیث صحیحہ کے قبر کو
سجدہ کرنا ممنوع معلوم ہوتا ہے اور علی العموم ممانعت شرعی سجدہ کی اگرچہ بقا عند اصول
دین کے گناہ کبیرہ ٹھہرے کسی حدیث صحیح صاف سے نہیں ظاہر ہوتی کہ اوس انسان کامل
زندہ کے لیے بھی سجدہ کرنا صرف تعظیماً منجملہ کبائر ٹھہرے اور انسان کامل کا آفتاب پر
قیاس نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ آفتاب اور جمہور انواع ملائکہ اور کعبہ اور بیت المقدس سے
بھی افضل ہوتا ہے لہذا اسمیں اختلاف ہوگیا مگر جمہور اکثر فقہا بالکل ماسوا اللہ کے لیے سجدہ
کرنا حرام کہتے ہیں اگر عبادۃً نہو ورنہ کفر و شرک ہے بالاتفاق و بغیر نیت عبادۃ کے
اگر شرک ہوتا تو اگلے کسی شریعت میں بھی جائز نہوتا اسلیے کہ قرآن شریف سے ظاہر ہے
کہ شرک فی العبادۃ کبھی جائز نہیں ہوا از انجملہ اطاعت اللہ تعالی کی عبادت ہے اور اسکی مقتدا
اللہ نے اپنی طاعت کے ساتھ اطاعت اپنے رسول بلکہ خلفاے رسول کی بھی فرض و واجب کی از انجملہ
بموجب آیۂ کریمہ أَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ اللہ تعالی کو اپنے حق میں کافی سمجھنا عین ایمان اور
عمدہ عبادات سے ہے اور حسبی اللہ کا مضمون یعنی اللہ مجھکو کفایت کرتا ہے دل سے ماننا
اور اوسکا اقرار زبان سے کرنا بہترین عبادات الہی ہے مقتدا خود خداوند تعالی نے اپنے ساتھ بعض

اولیاؤں کو لفظ میں شریک کرکے اپنے رسول کے حق میں فرماتا ہے حسبک اللہ و
من اتبعک من المؤمنین یعنی کفایت کرتا ہے تجھکو اللہ اور جو شخص کہ تابعدار تیرا ہوا
از انجملہ ہر توکل کو بہہ جاننا اور یہہ کہنا کہ اللہ تعالی نے تجھے توکل کیا ہے عمدہ عبادت اور
ایسے ہی سمجھنا در باب مالدار کر دینے بعض کافروں کے اللہ تعالی اپنے ساتھہ اپنے رسول کو
لفظا شریک گردانکر فرماتا ہے وما نقموا الا ان اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ اس
آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ فضل رسول کہنا درست ہے از انجملہ یہہ کہنا کہ اللہ تعالے نے ہمکو
دی ہے یا دیگا عبادت ہے اللہ کی اور خداوند تعالے نے اپنے ساتھہ آنحضرت صلعم کو لفظا
شریک کرکے اسطرح کہنے کو کہ اللہ اور اوسکے رسول نے ہمیں دیا ہے اور دیگا پسند فرمایا جب
فرمایا لو انہم رضوا ما اتاہم اللہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللہ سیؤتینا اللہ من فضلہ ورسولہ
یہاں سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ بولنا کہ ع بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیہ
ہستش ورق :: شرک نہیں ہے بلکہ موافق کلام اللہ کے ہے از انجملہ استعانت یعنی
مدد مانگنا از روے ایاک نستعین کے صرف خدا ہی سے چاہیے نہ کہ غیر خدا سے اور بقول فرقہ مذکور
یعنی در صورتیکہ اصول تفسیر کو ترک نمائیے اور مدار کار صرف ترجمہ لفظی پر رکھیے از روی آیہ
فاستعینوا بالصبر والصلوۃ اور حدیث فاستعینوا علی الحوائج بالکتمان اور اعینونی
عباد اللہ اور اجماع حقیقی کے جو باب استعانت مریض از طبیب اور شاگرد از استاد
اور مظلوم از حاکم ثابت ہے غیر خدا سے بھی مدد مانگنا درست معلوم ہوتا ہے پس معاذ اللہ وہ حصر
ایاک نستعین کا ٹوٹ گیا از انجملہ منحصر ہونا نصرت اور ولایت اور شفاعت کا اللہ تعالی کی
ذات پر جیسا آیات مالکم من دون اللہ من ولی ولا نصیر ولیس لہا من دون اللہ ولی ولا شفیع سے
ظاہر ہوتا ہے آیہ کریمہ ان استنصروکم فی الدین فعلیکم النصر اور آیہ [illegible]

اور آیہ من یشفع شفاعة حسنة یکن له نصیب منها اور احادیث متواتر المعنی

شفاعة اور آیہ کریمہ متضمن قول ملائکہ ہے کہ بہ نسبت مومنین کے قیامت کو کہینگے نحن

اولیاؤکم فی الحیوة الدنیا وفی الآخرة یعنی ہم تمہارے ولی ہیں دنیا اور آخرة میں اور آیہ کریمہ

والمؤمنین والمؤمنات بعضهم اولیاء بعض سے بقول فرقہ مزبورہ یعنی اگر اصول تفسیر کے جانبین

سوا دالہ غلط ٹہیرتا ہی از انجملہ مشرکین کا قول اونکے توبیخ میں اللہ تعالی نقل فرماتا ہی

ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بتواتر المعنوی ثابت ہی کہ آنحضرت

دروازہ شفاعت کا کہولونگے اور پہر تمام انبیا اور صدیقین اور شہدا شفاعت کرینگے اگر

تقدیر اونکو یہہ کہنا بیشک صحیح ہوا کہ ہؤلاء شفعاؤنا عند اللہ از انجملہ قول مشرکین کا بہ نسبت

اونکے تبوں کے نقل فرمایا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی نزدیک کردیں ہمکو اللہ سے عند البعض مومنین

حال میں مدحاً فرمایا یتخذ ما ینفق قربات عند اللہ وصلوات الرسول الا انها قربة لهم

یعنی دعا لینی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے موجب نزدیکی اللہ کا ہی برین تقدیر بہ نسبت آنحضرت صلعم کے

یہہ بولنا صحیح ہوگیا یقربنا الی اللہ زلفی از انجملہ فرمایا لا تدعوا مع اللہ احدا ہمارے

اگلے مفسرین جیسا جلالین سے ظاہر ہی لکھتے آئے ہیں کہ اوسکے معنی یہہ ہیں کہ عبادت نکرو

اللہ کی ساتھ کسی غیر اللہ کو اور اسطرح جہاں کہیں مشرکین کے حال میں فرمایا یدعون

من دون اللہ اوسکے معنی یعبدون من دون اللہ لکھتے ہیں اور اونکے اس لکھنے کی کئی وجہیں

معلوم ہوتی ہیں ایک یہہ کہ پہلے طبقہ کے مسلمانوں سے ہمتک تو یہی معنی سنتے چلے آئے ہونگے

دوسرے یہہ کہ حروف ندا اکثر جا بمقام صیغہ ادعوا کی ہوتی ہیں پس یا ادری اور یدعوا کی گویا

ایک ہی معنی ٹہیرے اور ندا اکثر ماہیر ایکدوسرے کو بالاجماع ہمیشہ سے مروج رہا کیا ہی اور اوسپر موصوفین

دعا کا واسطے اللہ تعالی کے حصر ہی پس چاہیے کہ لا تدعوا کے معنی ایسے ہوں جسکا حصر اللہ تعالی کی نسبت

بموجب عرف اسلام کے صحیح ہو اور محاورہ عربی میں عبادت کو بھی دعا کہتے ہیں جیسا کہ رفع
سبّابہ تشہد کی روایت میں آیا ہے یَدْعُوْا بِهَا رَبَّهُ یعنی انگلی جو اٹھاتے تھے سو عبادۃً
اٹھاتے تھے اور حدیث صحیح میں آیا ہے کہ اَلدُّعَاءُ هُوَ الْعِبَادَةُ ۔ شیرے بیٹے کا نداء اور
نداء کرنے کے معنوں میں مشتہ سے نکلنا لفظ کا داخل ہے اور شرک فی الدعا موقوف زبان سے کہنے
نہیں ہے بلکہ صرف دل میں کہنے سے بھی شرک ثابت ہوتا ہے لیکن چاہیئے کہ ایسے معنی کہ جائیں کہ کوئی
فرد اسکا جو صورت مجادلہ سے ہو یہ ہے کہ عین مسجد میں نماز کے اندر یا ایہا النبی کہنے کا حکم آیا ہے
اور صلوٰۃ الحاجت میں یا محمد کہنے کی اجازت ہے اور بعض اجلّہ صحابہ کا بعد وفات ہونے یا وہ کی
یا محمد پکار کر کہنا روایت باسند ہی میں آیا ہے مگر فرقہ متوہبہ اپنی پکار کے سامنے ان باتوں سے
ایک بھی نہیں سنتا لہٰذا الزاماً کہا جاتا ہے کہ آیات موصوفہ میں تخصیص ایسے شخصوں کی نہیں ہے
جو نظر آتے نہوں یعنی حرف ندا نہیں ہے کہ پکارنے کو منع نہیں فرمایا بلکہ تمام ما سوا اللہ اوس میں
داخل ہیں برتقدیر چاہیئے کہ سارا باب الکنادی خصوصاً جیسے تابعے کو پکارے کا اور
تعظیم بھی ضرور ہوتی ہے علی الخصوص ان دونوں کا پکارنا کہ جسکو پکارتے ہیں اونکو وہ لفظ
نہیں آتا ہے بلکہ بعض جگہہ کوئی ہوتا بھی نہیں جو جواب دے بالکل شرک فی العبادۃ ٹھہرے
علاوہ برین قرآن شریف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پکارنے کو تعظیم کے ساتھ فرمایا ہے
اور ندا میں سوال توجہ کا ہوتا ہے اور جو سوال بتعظیم ہو اوسے دعا کہتے ہیں اور
دعا کو فرمایا اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ پس بقول متوہبین رسول اللہ صلعم کو تعظیم کے
ساتھ پکارنے کا حکم ہے اور شاگرد کا استاد سے اور رعیت کا بادشاہ سے سوال کرنا کہ یہ بھی
دعا میں داخل ہے خلاف لَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا اور موافق یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ کے ٹھہرتا ہے اور آنحضرتؐ نے عبادت کی اجازت اجازت شرک کی ٹھہرائی

العیاذ باللہ اسی اجمال میں فرمایا وجعلوا للہ مما ذرا من الحرث و
الانعام نصیبا فقالوا ہذا للہ بزعمہم وہذا لشرکائنا اور اسکی فرع تابعین ہی
ما اہل بہ لغیر اللہ وما ذبح علی النصب ہمارے اگلے مفسرین سب لکھتے ہیں اور
کلمات شرع سے بھی ظاہر ہی کہ یہان جو لام جر کا لشرکائنا اور لغیر اللہ پر ہی
اوسی سے تخصیص تعبدی مراد ہی مگر فرقہ مذکورہ اوسکو نہین مانتا بلکہ کہتا ہی کہ جیسے سبیل
امام حسین کی یا کوئی چیز نیاز رسول اللہ کی کہی گئی سو صرف یہہ نسبت درحقیقت ویسی ہی
جو لشرکائنا اور لغیر اللہ مین ہی اسی لیے الزاما کہا جاتا ہی کہ قرآن شریف مین
فرمایا ہی الانفال للہ والرسول یعنی وہی لام تخصیص کا جو اللہ کے ساتھہ لگا ہوا ہی وہی
رسول کے ساتھہ بھی لگا ہی اور بالاتفاق مسلم الثبوت ہے کہ ہدیہ اور صدقہ مین فرق یہی ہی
کہ ہدیہ مین خصوصیت تعظیمی اوس شخص کی جسکے لیے پیش کیا جائے ملحوظ ہوتی ہی اور صدقہ
مین کسیکی خصوصیت نہین ملحوظ ہوتی ہی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور مین لوگ صدقہ
بھی لاتے اور ہدیہ بھی سو اوس وقت یہہ کہنا کہ ہذا للہ وہذا لرسول اللہ بیشک صحیح ہوگا
اور جامع ترمذی مین وارد ہی کہ حضرت زاہر ابن حزام اپنے گانو سے آنحضرت صلعم کے لیے
ہدایا بھیجتے اور اوس روایت مین یہی لفظ وارد ہی کان یہدی للنبی صلعم یعنی وہی لام
تخصیص کا جو لغیر اللہ پر ہی یہان للنبی پر ہی اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی
اور مسند احمد سے ثابت ہی کہ سعد بن عبادہ کی والدہ کے لیے کہ مرگئی تھین حضرت سرور کائنات
علیہ الصلوۃ والسلام نے کنوان کہودوا دینے کی اجازت دی اور اوس روایت مین یہہ جملہ وارد ہی
فحفر بیرا فقال ہذا لام سعد یعنی سعد بن عبادہ نے کنوان کہودوایا اور پکار کر کہا
ہذا لام سعد کہ یہہ کنوان ام سعد کا ہی یعنی اہل لغیر اللہ واقع ہوا اسکو اسی طرح سبیل

امام حسین کی رکھنا اور کہنا کہ یہ امام حسین کی ہی جاری ہی اور بروایت ابوداود

اور ترمذی لاعذ نسائی اور موطا کما فی التیسیر حضرت ابن عباس سے روایت ہی کہ رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو واسطے تصدق کرنے ایک باغچہ کے اوسکی ماں کے لیے کہ مرگئی تھی

اجازت دی سو اسیطرح نیاز رسول اللہ صلعم اور علی مرتضی علیہ السلام اور حضرت شیخ عبد القادر رض

اور امام حسین علیہ السلام کی اور توشہ شیخ عبد الحق ردولوی اور کونڈا سید جلال بخاری کا کہ کے

تصدق کرنا خواہ ضیافت عام مومنین یا خاص صالحین کی کرنا درست ہی اور صحیح مسلم کی حدیث سے

ظاہر ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو بہیڑی ابلق قربانی کین ایک اپنی طرف سے اور ایک

اپنی امت کی طرف سے اور بروایت ابوداود اور ترمذی ثابت ہی کہ علی مرتضی علیہ السلام

قربانی رسول اللہ صلعم کی طرف سے بعد آنحضرت کے انتقال کے کرتے تھے کما فی المشکوۃ والتیسیر سو اسیطرح

کاسہ سید احمد کبیر کی اور بکرا حضرت پیر دستگیر کا کرنا درست ہی مگر از روی فقہ ثابت ہی کہ

درصورتیکہ سوای مکہ معظمہ اور ایام قربانی کے ہو تو بلا نیت اوسکے تصدق کرنیکے ثواب خونریزی کا

نہو گا اگرچہ محض للہ ہو اور مکہ معظمہ میں جب کبھی ہو اور ایام قربانی میں جہاں کہیں ہو

بغیر نیت تصدق گوشت کے بھی قربانی کا ثواب ہو گا بشرطیکہ خونریزی اوسکی محض للہ ہو اور جسکی

قربانی کی نیاز مقرر ہوئی تو صرف گوشت سے کیونکر ادا ہوگی اور جب کہ جانور نذر کا معین

ہو گیا تو تبدیل اوسکی نہ جایز ہو گی اور شرح الصدور میں اوسط طبرانی کی حدیث ہی مروی

انس ابن مالک کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جس میت کی طرف سے اوسکے لوگ صدقہ دیتے ہیں تو

فرشتے اوسکو پہونچاتے ہیں وہ خوش ہوتا ہی اور اوسکے ہمسایہ مردوں کو جنہیں کچھ

ہدیہ نہیں پہنچتا ہی غمگین ہوتے ہیں بالجملہ ان حدیثوں سے ظاہر ہی کہ عبادات بالبدن میں

نیابت اموات کی جایز ہی اور یہی مذہب اہل سنت کا ہی خلافا للمعتزلہ اور اوسی کا

حدیث ابو ہریرہ سے ہے کہ میت کی طرف سے جو کوئی حج کرے میت کو ثواب پہنچتا ہے اور صحیحین میں
حضرت عائشہ سے روایت ہے کما فی المشارق کہ حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ
جو شخص مر جاے اور اوسکے ذمہ روزے ہوں رمضان کے تو وارث اسکا چاہیے تو اوسکی طرف سے روزے
رکھے اور مشکوٰۃ میں ہے کہ ایک شخص نے پوچھا اپنے پدر اوسکو آنحضرت نے روزوں کی قضا کی اور قبل
متوفی موتی کی طرف سے بطور اداے فرض کے اجازت دی ان حدیثوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ مردوں کی طرف سے
عبادات بدنیہ میں بھی نیابت جائز ہے جیسا کہ بعض ائمہ اجتہاد کا بھی مذہب ہے مگر [illegible] اور قیاس
نہیں کیا جاتا بخلاف اکثر مجتہدین کے کہ وہ مردوں کی طرف سے بھی کسی کو اون دلیل شرعی کی راہ
نیابت نہیں تجویز کرتے اور شرح الصدور میں دارقطنی اور طبرانی کی حدیث ہے کہ ایک شخص نے
آنحضرت صلعم سے پوچھا کہ اپنے ماں باپ سے بعد اونکے مرنے کے کیونکر احسان کروں آپ نے فرمایا کہ اپنی نماز کے
ساتھ اونکے لیے نماز پڑھے اور اپنے روزہ کے ساتھ اونکے لیے روزہ رکھے سو اس طرح روزہ [illegible]
علی کا اور روزہ [illegible] کا درست ہے اور دارقطنی کی روایت حضرت مرتضیٰ علی سے ہے کہ فرمایا
رسول اللہ صلعم نے کہ جو گذرا قبرستان میں اور پڑھی گیارہ مرتبہ قل ہو اللہ [illegible] اور بخشا اوسکا
ثواب مردوں کو تو اوسکو موافق عدد مردوں کے پڑھنے کا ثواب ملیگا بالجملہ [illegible] ہو اور
[illegible] اور شواہد اور اصول شرعی کی راہ سے جمہور مجتہدین یعنی حضرت ابو حنیفہ اور امام
مالک اور امام احمد کا بھی مذہب ہے کما فی الاتفاق کہ اپنے اعمال بدنی کا ثواب دوسرے کو ہر ایک
آدمی بخش سکتا ہے بلکہ آخرکار علماے شافعیہ کا بھی اتفاق ہو کر یہ سبھی گویا مجمع علیہ اہل سنت
و جماعت کا ہو گیا جب عبادات مالیہ میں نیابت مجمع علیہ اہل سنت کی تھی اور جو کوئی عبادت
بدنیہ کا ثواب بخشنے کو اوسکی نیابت کے مسئلہ میں داخل کرکے کہ خلاف اکثر مجتہدین کے ہے
جیسا اوپر مذکور ہوا سو جاہل ہے یا مغالطہ باز اور ثواب کو [illegible] کا کرنا بطور صدقہ

یا ضیافت کے لئے اور دینا جیسا کہ ابن عباس نے کھانوں کی نسبت کیا اور علی مرتضی قربانی کی نسبت
کرتے تھے بلاشک اسی طرح سے جائز ہے کہ اپنی طرف سے نذر دے اور ثواب مردے کو بخشے اسلئے کہ
کھانا غائب ہے اور مرکا وہ چیز شخص متوفی کی کردی گئی سو اگر کہیں یہ بھی ثابت ہوگا کہ وہ شخص
متوفی اپنی چیز کو نہیں چاہتا تھا کہ فلانے لوگوں کو ملے تو ہم سمجھتے ہیں اگر بیمار کرنے والا اس قبر کو
وہ چیز نذر کا سو یہ نذر تھا اس قسم کا ہوگا جیسا زندگی میں وہ شخص متوفی اپنی چیز جسکو چاہتا دیتا
اور جسکو چاہتا نہ دیتا مگر بعض جاہل اللہ اسکو تحریم شرعی جانتے ہیں سو انکو سمجھا دینا چاہئے کہ
یہ سمجھا کر دو کہ نذر غیر اللہ کی جائز نہیں ہے کیونکہ نذر کی حقیقت یہ مقرر ہے کہ عبادت
اقرار کیا جاتا ہے اس طرح پر کہ میں تیری عبادت کرونگا اور عبادت غیر خدا کے جائز نہیں
پس نذر بھی نہیں جائز ہے اور جو رسول اللہ صلعم کی طرف متوجہ ہو کر کہے کہ آپ کی دعا یا آپکی
برکت سے میرا یہ کام ہو جاویگا تو میں آپکی طرف سے قربانی للہ یا ضیافت مسلمانوں کی کرونگا
سو ایسے اقرار کے احکام وہی ہیں جو اس میں آدمیوں کے عہد و اقرار کے احکام ہیں نہ کہ نذر اللہ کے
اور جو اسطرح پر کہے کہ یا اللہ اگر یہ کام ہو جاویگا تو قربانی یا ضیافت مومنین کی تیری رسول کی
طرف سے کرونگا یا اسکا ثواب انکی نذر کرونگا تو یہ نذر اللہ ٹھہری جسکے احکام فقہ میں لکھے ہیں
کہ نذر کرنیوالے کو اس میں خود لینا جائز نہیں ہے اور جس جس کو لیگا اسکے ذمہ ادا [illegible] الا دا
رہیگا اور اغنیا کو بھی لینا درست نہیں اور نذر کا لفظ اس جگہ محاورہ ہندستان کی ہے بزرگوں کی
خدمت میں ہدیہ گذرانے کو نذر بولتے ہیں محاورہ عرب نہیں ہے کہ نا جائز ہو اور ثواب اعمال کا
جو مردوں کو پہنچایا جاتا ہے سو اسطرح پر ہوتا ہے کہ یا اللہ یہ عمل محض فضل سے قبول کر اور اسکا ثواب فلانے
شخص کو پہنچے یا یہ چیز میں فلانی کی طرف سے تیرے نام پر دیتا ہوں اسکا ثواب اسکو عنایت کر
اور اسطرح [illegible] بخشنے کو ظاہر دیتا کہ یہ تکے مسئلہ بر قیاس کے جو کہ [illegible] ہو یہ کا

انہیں ثبوت ضعیف ہی اور اگر ثابت بھی ہو تو وہ واسطے کسی قصہ میں نہیں اور نہ ہو ثبوت بطور
ہو سکتا ہی سو مخصوص جانا ہی یا در پردہ مذہب اہل سنت کے بجز اس کا رد لازم جانتا ہی اور پیغمبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
ایک شخص کو نذر ادا کرنے کی خصوصیت مقام کے بعد دریافت اس بات کے کہ وہاں معبد یا عیدگاہ مشرکین کی
نہیں ہی جانور ذبح کی اجازت دی کما فی المشکوٰۃ و المرقات و التیسیر اس سے ثابت ہوا اگر بعض مکان
واسطے ذبح کرنے جانور نذر کے بشرطیکہ معبد اور عیدگاہ مشرکین کی نہو جائز ہی اور جو کوئی
اسکو ما ذبح علی النصب میں داخل کرے وہ غلط کہتا ہی اور ابو داؤد میں روایت ہی
کہ ایک عورت نے حضرت کے حضور میں عرض کیا کہ میں نے نذر کی ہی کہ آپ کے حضور میں دف بجاؤں تو
آپ نے اسکو وفا نذر کی اجازت دی کما فی المدارج و المشکاۃ اور دارقطنی میں بھی اسی کے موافق
حدیث وارد ہی کہ کسی لڑائی کے فتح ہونے کی خوشی پر کسی نے آنحضرت کے حضور میں گانے بجانے کی نذر
کی تھی اور اسکو آپ نے اوس منت کے ادا کرنے کی اجازت دی اور بعضی تقریب شادی میں یا نکاح
وغیرہ کے گانے کی اجازت بخاری اور مسلم کی حدیثوں سے ظاہر ہی اور اسکا جواز فقہ میں بھی لکھا ہی
اور جو روایتیں گانے کی ممانعت کی ہیں اونکو ماہرین علم حدیث بہ نسبت اون روایتوں کے
جنسے گانے کی اجازت ظاہر ہوتی ہی قوت میں کم جانتے ہیں اور اسکے ساتھ اسکی وجہ علت منع کی لہو و لعب
لکھی ہی جیسا عیاش لوگ سنتے ہیں سو وہ بیشک منع ہی ف اگرچہ آیہ ما اہل بہ لغیر اللہ
میں بجائے لغیر اللہ کے باسم غیر اللہ کی لفظ کی نہونے سے البتہ شبہہ ہوتا ہی کہ اس آیت میں قربانی
لغیر اللہ کا حکم مذکور ہی مگر چونکہ باجماع حنفی ثابت ہی کہ قربانی للہ اور لغیر اللہ کی جو احکام
ہیں سو اسپر موقوف نہیں کہ منہ سے کہے کہ میں یہ جانور للہ یا لغیر اللہ ذبح کرتا ہوں یعنی
یا اہلال کسیکے نزدیک شرط نہیں اور نہ اسکی ممانعت وارد ہی سو بقید اہلال یعنی منہ سے کہنے کی
وارد ہی اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ نیت اوسی امر کا بیان ہی جسکا اثر موقوف ہی منہ سے کہنے پر

سو وہ تسمیہ بنام غیر خدا ہی نہ کہ جو مرتی جانور کی یعنی قربانی نہیں مراد ہی اور نہ جو مرتی
جانور کا مسئلہ ما تقدم مثلاً بنیت نماز تکبیر ہی کہ منہ سے کہنا شرط نہیں ہی اور تسمیہ کا مسئلہ مانند
تکبیر تحریمہ کی ہی کہ منہ سے کہنا اوسمین شرط ہی اور بہر حال قربانی ہو یا تسمیہ اثر اوسکا نہ مرتب ہوگا
مگر مانند کا ریگہ وقت یعنی جسوقت جانور کا گلا کٹتا ہی نہ کہ بیشتر سے سو در صورت تسمیہ بیشک حکم ظاہر ہی
اور در صورت قربانی اس دلیل سے یہہ حکم صحیح ہی مثلاً اگر کوئی پہلے کہے کہ یہہ قربانی لغیر اللہ ہی اور
بوقت ذبح کے کہے کہ محض للہ ہی تو بالاتفاق ثواب پاویگا اور اگر پہلے سے للہ کہتا رہا ہو اور بوقت
ذبح کے لغیر اللہ کہے تو بالاتفاق گنہگار ہوگا اس سے معلوم ہوا کہ قصد عند الذبح کی اور اسی کی تفسیر معتبر
مخصوص اہل نہیں ہی بلکہ مفسرا تفسیر واسطے انکے فی معنی قرآن شریف کے لکھے جاتی ہی اور تاویل
لغیر اللہ میں غیر جانور کو داخل سمجھنا محض بے علم کا کام ہی اگر تعمیم موصول سے تخصیص جانور کی بقول
جاہل مذکور نہیں سمجھی جاتی ہی تو لغیر اللہ کے لام سے اور الانفال للہ والرسول کے لام سے اور رہا
لام سعد کے لام سے کچھہ فرق نہیں بوجہا جاتا ہی **ف** یہہ تو معلوم ہو لیا کہ جب کوئی مسلمان
غیر خدا کی عبادت کی نیت کریگا تو مرتد ٹھیریگا اور اوسکا ذبح کیا ہوا جانور مردار ہوگا خواہ وہ جانور بہ نیت
قربانی لغیر اللہ کے اوسنے رکھا ہو اور اسی نیت سے وہ مرتد ہوگیا ہو خواہ اور کوئی جانور ہو اور اگر
اوسنے وہ جانور بہ نیت عبادت غیر خدا کے ذبح کرنیکے لیے رکھا ہی ہو اور اس جانور کو اگر کوئی مسلمان
ذبح کریگا تو وہ جانور پاک ہوگا جیسا کہ مولوی اسمعیل صاحب نے استفتای نو بابچہ کے رسالہ میں لکھا ہی اس سے
معلوم ہوا کہ گندگی اوس نیت کے جانور میں نہیں سرایت کرتی اور جو جانور لغیر اللہ ذبح کیا جاوی
مگر عبادةً نہو تو بشرط التسمیہ دو حال سے خالی نہیں یا غیر کی انتفاع کے لیے ہو تو بالاجماع جانور پاک ہی
اور اوس نیت پر کچھہ الزام نہیں اور اگر محض تعظیماً یا عمداً ہتکاً ہو تو نیت کرنیوالا
بالاتفاق گنہگار ہوگا مگر کافر نہوگا جیسا سجدہ لغیر اللہ کرنیوالا بغیر نیت عبادت کے

کافر نہیں ٹھہرتا مگر چونکہ دین میں انصاف ہی تفتیش مسائل فرض سا تھا مردار لکھنے میں از حد ضعف ہمسنگی
اصول سے پاک ٹھہرتا ہی الغرض یہ جو ہاسہ کی زبانوں پر جاری رہتا ہی کہ نذر و
نفع پہنچتا ارواح مردوں کو بخیر استغفار کے اور جو کچھ ہم اتنا ہی ہو رہا ہی عہد صحابہ میں نہ تھا
اور احادیث موضوعہ کے محض غلط ہو گیا اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں کہ اصول شرع سے
ثابت نہیں اور وہ یہ ہے اوسکو بعد فنا کے تا یا تبرک کہتے ہیں از انجملہ یا پیش ابواب قبور جالی لگا کر او
سے لوگ قطعاً بت پرستی کہتے ہیں حالانکہ مشکوٰۃ میں مسند امام احمد سے منقول ہی عمرو
بن حزم رضہ کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو ایک قبر پر تکیہ لگائے بیٹھے دیکھا منع فرمایا کہ مت ایذا دو
صاحب قبر کو اور صحیح مسلم میں حدیث ہی کہ فرمایا رسول اللہ صلعم کہ نہ بیٹھا کرو قبر پر اور نہ اوسکی طرف نماز
پڑھا کرو اور اوسپر گچ لگایا کرو کما فی المشکوٰۃ و المشارق اور صحیح مسلم کی حدیث ہی کما فی المشکوٰۃ
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ اگر بیٹھنا کسی کا آگ پر جل کر بدن تک پہونچے بہتر ہی قبر پر بیٹھنے سے
اور امام مالک اور ابوداؤد اور ابن ماجہ کی حدیث ہی مروی حضرت عائشہ صدیقہ کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے توڑنا مردے کی ہڈی کا ایسا ہی جیسا زندے کی ہڈی توڑنا اور مسند احمد اور مستدرک
حاکم میں اور بقول صاحب تیسیر شرح ابوداؤد میں حضرت عائشہ سے منقول ہی کہ جب تک عمر بن خطاب
اس مکان میں نہیں دفن ہوئے تھے میں اپنے اوپر کپڑے اوتار کر رکھ دیتی تھی کہ ایک میرے خاوند
اور ایک باپ سوا کوئی نہیں اور جب عمر دفن ہوئے تو اونکی شرم سے میں اوپر سے لپیٹے رہتی تھی
ان حدیثوں سے صاف مستنبط ہوتا ہی وہ امر جو ہمارے بعض اساتذہ نے بتصریح لکھا ہی کہ معتبر ساتھ
اوسی پاس و لحاظ کے پیش آنا چاہیے جیسا اوسکی حیات میں پیش آنا ہوتا اور تیسیر الاصول میں
مروی ہی ابوداؤد قاسم بن محمد بن ابی بکر صدیق سے مروی ہی کہ میں حضرت عائشہ کی خدمت میں گیا
اور واسطے زیارت مرقد انور نبوی کے میں نے کہا کہ پردہ کھول دو اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ پردہ

بسبب قبر پر جا ضری اور قبر پر شامیانہ کھڑا کرنیکو اگرچہ عبد اللہ بن عمر نے مکروہ جانا ہے مگر حضرت عمر
اور حضرت ابن عباس سے شامیانہ قبر پر نصب کرنا ثابت ہے کما فی العینی شرح البخاری اور اوسپر دینا
قبر پر کسی حدیث ضعیف سے بھی منع نہیں معلوم ہوتا اور علی ہذا القیاس چراغ کی ممانعت کی حدیث صحیح کسی کتاب میں
نہیں آئی بالجملہ قبر کے سجدہ کی ممانعت شدیدہ معلوم ہوتی ہے اور اوسپر اور اوسکے عمارت بنانیکی
اور چراغ جلانے اور گچ کرنے کی بھی ممانعت ہے گو کہ نہی تحریمی نہو سو یہ اوس صورت میں کہ صرف
قبر کی زینت کے لیے ہو ورنہ اگر اور وجہوں سے ہو تو جائز ہے مثلاً عمارت بنانا لوگوں کے آرام کے لیے
یا اور کسی مصلحت سے جیسا صحابہ کرام اور اہلبیت عظام کی قبروں پر سیکڑوں برس سے قبے بنے ہوے
ہیں اور چراغ قرآن شریف پڑہنے کے واسطے جلانا اور گچ واسطے پائندگی نشانی کے لیے کرنا اور
قبر کے واسطے نشانی لگا دینے جائز ہیں جیسا کہ مشکوۃ شریف میں ابوداؤد کی حدیث نقل کی ہے کہ عثمان
بن مظعون کے دفن کے بعد آنحضرت صلعم نے اپنے ہاتھ سے پتھر لیکر ایک بڑا پتھر اوٹھا کر وہاں
رکھدیا اور فرمایا کہ نشانی کے لیے رکھتا ہوں کہ یہاں اپنے لوگوں کو دفن کیا کرونگا سو جن لوگوں کی
قبروں کی زیارت اور اوسکے پاس ادب سے بیٹھنا مفید ترقی اعمال کی ہے اور اونکا نام بلند کرنا موجب
رونق اسلام کا ہو تو اوس نیت سے بھی اونکا نشان باقی رکھنا جائز ہوگا چنانچہ بعض علمائے
حنفی نے لکھا ہے اور قبر پر نقد و جنس چڑھانا اگر اس نیت سے ہو کہ اس سے تخصیص کوچہی جا
اس بات کی کہ یہ چیز اس قبر کی زیارت کرنیوالوں کے فائدہ کے لیے ہے یا وارثان صاحب قبر کے
لیے ہے تو کچھ گناہ نہیں چنانچہ کتب فقہ میں اسکے مسئلے لکھے ہوے ہیں اور اگر کسیکے انتفاع کی
نیت نہو تو صرف مال ضائع کرنیکا گناہ ہوگا اگر عبادۃ نہو ورنہ شرک جلی ہے از انجملہ تعظیم برکات کی
کرنا اوسکو بھی وہابیہ شرک اور بت پرستی سمجھتے ہیں حالانکہ قرآن شریف سے ظاہر ہے کہ وہ صندوق
جسمیں تبرکات حضرت موسی اور حضرت ہارون علیہما السلام کے رکھے رہتے تھے باعث تبرک اور موجب التعظیم

کہ فرشتے ایسے آتشا یا کرتے تھے اور اونکی برکت سے بنی اسرائیل دشمنون پر منصور و
مظفر ہوا کرتے تھے پھر حضرت خاتم النبین کے تبرکات بطریق اولی واجب التعظیم ٹھہرے اور اونکے
موی مبارک کی برکت سے بروایت بیہقی خالد بن الولید بہتری لڑائیون مین فتحیاب ہوا اور انکو
اور بہتیسی روایتون سے ظاہر ہی کہ آنحضرت صلعم کے لباس شریف اور موی مبارک کو صحابہ لوگ دہو کر
بیمارونکو اچھے ہونیکے لیے پلاتی تھے اور وے اچھے ہوجایا کرتے تھے اور عرق مبارک آپکا بجائے خوشبو
کا ملنے سے کفنی ہونیکے لیے بعض صحابیات نے رکہہ چھوڑا تھا اور آپ سے آپکا بعض اصحاب نعلین پر ہاتھ پھیر کر ملانا تھا
صحابہ ہاتھون پر ملتے تھے اور رفع امراض کے لیے اپنے بدن پر مل لیتے تھے اور آپکے لعاب دہن کے
لیے بہی ایسا ہی ہوتا تھا اور بروایت جامع ترمذی لکہی کدو کو آنحضرت صلعم دوست رکہتے تھے
اور بعضی روایتون سے ظاہر ہی کہ اوسکے نسبت آپنے فرمایا کہ اخی یونس کا یہ درخت ہی یعنی
جس درخت بیلدار کا حضرت یونس کے لیے اوگانے کا قرآن شریف مین ذکر ہی وہ یہی کدو کا درخت ہے
لحاظ کیجے کہ ظاہرا صرف اسی نسبت کی جہت سے کدو کو آپ دوست رکہتے تھے پس جسکے حق مین اللہ تعالی نے
فرمایا ہی کہ مین اوسکی بینائی اور شنوائی اور ہاتھ پاون ہوجاتا ہون اوسکے لباس وغیرہ کی
نسبت تعظیم پیش آنا عین سنت نبوی اور از قبیل تعظیم شعائر اللہ ہی اور حضرات اہل اللہ کو جو
ترقیات نور ایمان کی ایسے ہی آداب کی جہت سے ہوگئی ہی ہین اوسکا بیان کیا کیا جاوے من لم
یذق لم یدر از انجملہ مجلس کرنا واسطے سنانے حالات صالحین اور انبیا اور مرسلین کے گو اوسکو
بدعت ضلالہ کہتے ہین حالانکہ انبیائے پیشین کے حالات بیان کرنا مجلس عام مین خود قرآن شریف
سے ظاہر ہی اور احادیث صحیحہ سے مشہور ہی اور حالات آنحضرت صلعم کے اور مناقب آپکے
اہلبیت اور صحابہ کے مجلس عام مین بیان کرنا صحابہ سے متواتر ہی اور رفعنا لک ذکرک
آیت والی خود باعث اسکا اونکو ہوا اور صحیح حدیثون سے ظاہر ہی کہ حسان بن ثابت

لیے شرف کا فردنکا جواب بیرشتے سکے واسطے کہ انہوں نے تعظیم میں کیا تہا آنحضرت صلعم نے بہ
رکہوایا اور انہوں نے اوسپر کثرت سے ہو کر وہ ترہا اب مولد شریف کی مجلس کرنا اور کہڑے ہو
وہاں بیٹہکے نزدیک منجملہ کبیرہ گناہوں کے ٹہیر گیا ہی حالانکہ اب اس میں یہاں فرض کفایہ معلوم
ہوتا ہی انہی مجالس میں بیٹہتے رہنی کی وجہ جواز کی پوچہنا چاہیے نہ کہ کثرت سے ہونی کیونکہ
اصل مقتضای تعظیم تو یہی ہی مگر بیٹہنا صرف واسطہ دفع تکلیف کے ہی اور بولانا لوگونکا
اکثر ضیافۃ ہوتا ہی اور ضیافت عام بہی مسنون ہی رسوم دوستوں سے ملکر عقیقہ ضیافہ نہیں بلکہ بہی
اور سوائے نماز اور احکام دین کے سنانے کے اذکار ثابت کے لیے بہی جو درین علاوہ فند کہتی ہو
آنحضرت صلعم کا بولانا لوگوں کو بلا ضیافت بہی ثابت ہی جیسا کہ تمیم داری کی سفر کی حکایت اور
اونکے دجال کی ملاقات صحیح مسلم کے حدیث سے ظاہر ہی اور حصن حصین میں مجمع مومنین کو محل
قبولیت دعا کا لکہا ہی رہا تعین تاریخ سو بطریق شرط اور ارکان کے نہیں ہوتا ہی جیسا کہ
باختلاف تواریخ یہ مجلسیں ہوا کرتی ہیں اور اتنے علاقہ کے بہیں آنحضرت صلعم کی ولادت کا ہی
یا یہہ تاریخ اونکی ولادت کی ہی اور یہی اس نظر کے بغیر تعین تاریخ اسکا میسون ہر اہل کاروبار دنیا
اچہی طرح متوجہ نہیں ہو سکتے کچہہ قباحت شرعی اسمیں نہیں ہی جیسا جمعہ کے دن وعظ کرنا
بجا فارسی اور ہندی ترجمہ مصحف میں لکہنا کہ صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں ان باتونکا کچہہ نام
نشان بہی نہ تہا ہاں اہل اللہ کی وفات کی تاریخ گویا بتخصیص ثواب اعمال حسنہ کا مثل صدقات
عام اور تلاوت قران یا یاد کرنا مسجد اور معابد کا ثواب ارواح مقدسہ کو ہدیہ کرنا اور اونکے
نام کو مشہور دنیا اور بلند کرنا کہ ہر خاص و عام اونکے نام اور اونکی بزرگی سے آگاہ ہو کہ یہی حقیقت
عرس کی ہی سو یہاں بہی تعین تاریخ بطور شرط اور وجوب کے نہیں ہی بلکہ اصل مقصود اونکی
خدمت میں ہدیہ بہیجنا اور اونکا نام بلند کرنا ہی کہ عین بلند کرنا رسول اللہ صلعم کے نام کا ہی مگر

بلا تعین تاریخ اوسکی طرف کوئی متوجہ نہیں ہوتا اس لئے کہ تاریخ معین ہوئی ہی نہیں کہ وہ
تاریخ اگر نہو تو ثواب نہو یا وہ تاریخ چہوٹ جائے تو گناہ ہو ہان جو کوئی ایسا سمجہے وہ بیشک
بدعتی ٹہیریگا علاوہ ازین اہل کشف نے روز وفات مقربین کو روز بلندی ان کے مراتب کا
دیکہا ہی اور ثابت روزہ روز دوشنبہ اور روز عاشورہ کے آنحضرت صلعم نے تعلیل کی ہی کہ
اسدن پیدا ہوا ہون اور اسدن موسیٰ دریا سے پار ہوا اور فرعون ڈوب گیا پس جب حضرت
شارع نے ایک علت روز یا تاریخ مقرر کرنیکی واسطے ایک مستحب کام کی بیان کی تو ویسے ہی علت سے
اور امر استحبابی کیلیے بہی تعین کرنا موجب بدعت نہیں ہو سکتا ہی اور شرح الصدور میں ابن
جریر کی روایت ہے اور ابن منذر اور ابن مردویہ کی روایت در منثور میں ہی انس رضی اللہ عنہ سے کہ
آنحضرت صلعم اور خلفائے ثلثہ بہی ہرسال شہیدوں کے مزار پر اکثر جایا کرتے تہے اور سلام علیکم
کرتے تہے اور کوئی راوی ان روایتوں کا جہوٹا مشہور نہیں ہی اور صحاح ستہ میں نہونا
حدیث کا موجب اسکی بے اعتباری کا نہیں ہو سکتا اور بخاری شریف سے ظاہر ہی کہ اکثر لوگ
ہدیہ بہیجنے والے آنحضرت کے التزام رکہتے تہے اس بات کا کہ جسدن باری حضرت عایشہ کی ہو
اسدن ہدیہ بہیجے پہر اور ازواج طاہرات نے آنحضرت سے شکایت کی آنحضرت نے کچہ تدبیر نکیا بلکہ
فرمایا کہ وحی الٰہی مجہ پر بس عایشہ کے ساتہہ منجملہ ازواج کے ایک لحاف میں لیتے ہوے نہیں آتی سوا
عایشہ کے اسکا مطلب یہ کہ جب ہدیہ بہیجنا دن عایشہ کی خصوصیت ہی تو مومنین نے اگر خصوصیت اوسکی
ہدیہ بہیجنے میں لگائی تو کیا مضایقہ بالجملہ تشریح کبار کا بوجود مذکورہ روز وفات اولیا کو التزام
اونکے نام بلند کرنے اور ثواب اعمال بہیجنے کا جمعہ کی تخصیص سے واسطے وعظ کے اور ہندی ترجمہ قرآن
میں لکہنی اور بہی بہتر ہی قیاسات فقہا سے از روے لغات کے استحکام میں کم نہیں ہی ہان اگر
اسکو کوئی منجملہ شعائر اسلام ٹہیرائے تو بدعت ضالہ ہو جایگی اور یہہ جو حدیث شریف میں ہی

اپا ہی کہ لا تتخذوا قبری عیداً اسو اسکا مطابق ظاہر ہی کہ عیدون مین بعضی باتونکا التزام ازروی
دین و مذہب کے ضرور ہوتا ہی چنانچہ ہر مذہب کی عیدون سے ظاہر ہی ایک تعین تاریخ کا اوسکے سے
تجاوز کرنا حرام جانتے ہین دوسرے زینت اور آراستہ ہونا لباس وغیرہ سے تیسرے اظہار سرور و فرحت
اور لہو و لعب سو خاص خاص نہ کہ مزارات کی زیارت کرنے مین اگر ایسے التزامات کوئی کیا کرے جیسا کہ
ہندستان مین بعضی بعضی جگہہ ہوتا ہی تو البتہ خلاف اوس حدیث کے ہوگا از انجملہ حضرات
اہل اللہ جو کسی مصلحت سے کبھی بعضی ایسے کامونکو جنکے کرنے اور نکرنیکا شرع مین حکم نہین بالالتزام
عمل مین لاتے یا باصرار تمام ترک کرتے ہین اور اب بعضے مریدون کو بہی کہ انہون نے گویا مزدور کی
طرح اقرار تابعداری کا لیا ہوتا ہی مصلحۃ ارشاد فرمایا کہ تم ہین اسکو وہابیہ ایجاد شرع
یعنی کفر قرار دیتے ہین حالانکہ احادیث صحیحہ ایسے کرنا آنحضرت صلعم اور صحابہ کا ثابت ہی
چنانچہ مشکوۃ شریف مین ہی کہ ایک صحابی ہمیشہ نماز مین سورہ اخلاص پڑہتے تہے آنحضرت نے جو
یہہ حال سنا تو اون سے پوچھا انہون نے اپنی محبت سورہ اخلاص سے اور یہی وجہ اوسکی ہر نماز مین
پڑہنیکی بیان کی سو آنحضرت صلعم نے اسبات پر کہ اپنی طرف سے انہون نے ٹہرائی تہی اونکو
جنت کی بشارت دی اور صحیحین کی روایت سے ظاہر ہی کہ ہر وقت درباب اسبات کے کہ علی مرتضی
ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کیا چاہتے ہین حضرت سید کائنات علیہ الصلوۃ والسلام بپاس حضرت سیدہ
اللہ کے باوجود فرمانے اسبات کے کہ مین حلال کو حرام نہین کہتا ہون علی مرتضی سے خفہ ہوے اور پہر
حضرت علی نے بہی جناب سیدہ کی زندگی بہر دوسری شادی نہین کی اور حضرت سید کائنات علیہ السلام نے
بہی بپاس خاطر مومنہ اولی یعنی خدیجہ الکبری کے اونکی حیات تک دوسرا نکاح نہین کیا یہ اسلئے
بیان کرنا چاہیے کہ محبت کا میدان کتنا وسیع ہی اور کسی کچہہ اوسمین گنجائش ہی
اور التزام صحابہ کا درباب ہدیہ بہیجنے کے کہ اوپر گذرا وہ بہی اسی باب سے ہی از

مشکوٰۃ شریف میں ہی کہ ایک صحابی سونے کی انگوٹھی پہنے ہوے آنحضرت صلعم کے حضور میں آئے آپنے معلوم

اوسکے عدم جواز کے اونکی ہاتھ سے اونکی نکالکر پھینک دی پھر جب آپ تشریف لیگئے لوگوں نے اون صحابی سے کہا کہ اپنی انگوٹھی

اٹھا لو اور کام میں صرف کرو انہوں نے کہا جس چیز کو رسول اللہ صلعم نے میرے ہاتھ سے لیکر پھینک دیا میں

اوسکو پھر ہاتھ نہ لگاونگا حالانکہ بظاہر اسمیں مال کا ضائع کرنا تھا اور عوام الناس سے بھی اگر کوئی

بات غلبۂ محبت یا دہشت الہی سے ہو جاتی ہی تو اوسکا بھی بھلا ہو جاتا ہی جیسے مشکوٰۃ اور مشارق کی حدیث ہی

کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اگلے لوگوں میں سے ایک شخص نے بخوف مواخذہ قبر وصیت کی کہ مجھے جلا کر میری خاک

کچھ ہوا دینا اور کچھ اڑا دینا اور ایسا ہی ہوا اور ہر چند وہ ایسی حرکت نامعقول غیر مشروع کے سبب سے

جو بخوف الہی سے ہوئی تھی بخش دیا گیا ہاں اگر بوجہ نیک نیتی ہو اور اسکو کوئی منجملہ رسوم اسلام سمجھا

قرار دے تو البتہ بدعتی ہوگا اور اس مقام پر بھی جو کوئی کہے کہ اب بھی یعنی بعد ظہور خاتم النبیین

صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہر ہو چکنے اور اونکے دین کے باقی رہنے کی حبل امر کے کرنے نکرنے کا حکم

شرع سے نہیں ثابت ہوتا اسمیں اختلاف مجتہدین اہل سنت کا ہی کسیکے نزدیک حرام ہی اور

کسیکے نزدیک مباح اور کسیکے نزدیک توقف ہی تو احتیاط یہی ہی کہ توقف کرے سو مخفی نہ رہے کہ علما ہی یہ بھی

کسی نے منجملہ علماے مجتہدین اسکو حرام نہیں لکھا بلکہ بنا بر استحسان معتبر حضرات اہل اللہ کے احوط ہی

کہ کچھ حکم نکرنا حضرت شارع کا عین اجازت دینا ہی جیسا اصول فقہ میں لکھا ہی اور مشکوٰۃ شریف

صحیحین کی حدیث ہی کہ بڑا گنہگار مسلمانوں میں وہ شخص ہی کہ جسکے پوچھنے پر کوئی چیز حرام

ہو گئی ہو اس سے صاف ظاہر ہی کہ مسکوت عنہ ہرگز ممنوع نہیں ہی اور حج کے باب میں

حدیث مشہور ہی کہ ایک شخص کے پوچھنے پر کہ آیا ہر سال فرض ہی آنحضرت صلعم ناراض ہوے

یعنی اگر آپکے منہ سے نکل جاتا کہ ہر سال فرض ہی تو کیسی مشکل پڑتی اس سے بھی ظاہر ہی کہ

مسکوت عنہ میں مسلمانوں کو اختیار رہا اور ایک حدیث مشکوٰۃ شریف میں ہی کہ فرمایا

آنحضرت صلعم نے کہ جس چیز کا حکم خدا تعالیٰ نے نہیں فرمایا سو وہ عفو ہی بھول نہیں گیا اور جسمیں
کاوش نکیا کرو اسلیے کہ توجیہ یہ جانا ہی کہ شارع کا سکوت کرنا عین مطلق العنان کرنا ہی اور
توضیح القرآن میں کہ مدار رہا بنگالہ اکثر اوسی پر ہی بذیل ترجمہ آیہ کریمہ یا ایہا الذین آمنوا
لا تسئلوا عن اشیاء الخ کے لکھا ہی کہ خود نہ پوچھو کہ یہہ چیز روا ہی یا نہیں بیٹھے کام
کریں یا نکریں بلکہ جو فرمایا اوسپر عمل کرو اور جو نفرمایا اوسکو معاف سمجھو اور حضرت ابن عباس سے
بعض کتب حدیث میں مروی ہی کہ جو مسکوت عنہ ہی معاف ہی از انجملہ ترک حظوظ نفسانی کو وہ
اہل کتاب کیسی رہبانیت قرار دیتے ہیں حالانکہ کتاب الرقاق مشکوٰۃ شریف اور کتب احادیث میں
دربارہ حالات آنحضرت صلعم اور انبیا و بہشتیوں اور صحابہ کبار اور اہلبیت طاہرین کی زہد اور
ترک اسباب دنیوی کا کچھہ لکھا ہوا ہی اور شرفا کی حدیث ہی افضل الاعمال اشتغال
اور رہبانیت ترک حقوق نفس کا نام ہی نہ کہ ترک حظوظ نفس کا اور یہی طبقہ اولی میں تبا
حال جہان آرای مصطفوی کے مشاغل جائزہ دنیویہ اور عدم رغبت بدنی مانع مشغولی
سچی اور عائق تزکیہ نفس نہیں ہوسکتی تھی علاوہ برین اہل کتاب کی رہبانیت نکالنے پر
الله تعالیٰ ملامت نہیں فرماتا بلکہ اوسکا نباہ نکرنے پر ملامت فرماتا ہی اور اوسطرح کی رہبانیت
اوائل قرون اسلامیہ میں موجب حرج دعوت اسلام اور اشاعت دین اور یہی موہم فرضیت
اور وجوب کی تھی بخلاف زمانہ مابعد کے اور آنحضرت صلعم کا ناراض ہونا اسبات پر کہ بعض
اصحاب نے گوشت چہوڑ دیا یا ترک صحبت زوجہ یا ترک خواب شب کا اپنے پر عہد باندھا تھا
سو بنظر ترک حقوق کے تہا نہ بنظر ترک حظوظ اور یہی اوس زمانہ میں اگر آنحضرت اعراض نفرماتے
تو شاید مثل واجبات کے شہیر ہوکر امور ضروریہ کا حرج لازم آتا از انجملہ التزام امور
مستحبہ بدعات کا خیال قرار دیتے ہیں حالانکہ مشارق کی حدیث ہی افضل الاعمال ادومہا

اور ان قبل اس سے بوجھا جاتا ہی کہ سوا فرائض کے بہہ حکم ہی کیونکہ اوسمیں قلت اور کثرت نہین ہوسکتی
از انجملہ یہہ کہ حضرات اہل اللہ پر بعض اوقات کوئی کیفیت ایسی شرعی ایسی غالب ہوتی ہی کہ اوسکی جہت سے بعضے
بعضی مسئلہ شرعی کا لحاظ نہین رہتا اسکو دیکہ بہ غلطی ضلالت جانتے ہین حالانکہ قرآن شریف اور احادیث
صحیحہ سے بعضی اگلی پیغمبرون اور خود حضرت سرور کائنات اور اجلہ مہاجرین و انصار کا بہی
ایسا حال ہونا ثابت ہی چنانکہ قرآن شریف مین بعض انبیاء علیہم السلام کی نسبت لکہا ہی
حَتّٰی اِذَا اسْتَیْئَسَ الرُّسُلُ یعنی اللہ صاحب کے شان لا ابالی اور بے پروائی کی سطوت
ایسی اونکے دل پر غالب آئی کہ وعدۂ الہی سے کچہہ غفلت ہوگئی اور خطرہ ناامیدی کا
دل پر آنے لگا اسی طرح جنگ بدر کے روز رسول اللہ صلعم کلمہ نازش کا زبان پر لائے کہ یا اللہ
کیا تو چاہتا ہی کہ کل تیرا کوئی پوجنے والا زمین پر نرہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی
نسبت اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہی کہ درباب قوم لوط ابراہیم ہمسے جہگڑنے لگا
یعنی لوط کے ہوتے وہان عذاب کیونکر جا سکتا ہی اور یہہ نہین فرمایا کہ ہمارے سامنے گڑگڑا کے التجا
یا دعا کرنے لگا غرضکہ جب فرشتون نے کہا کہ لوط کو وہان سے ہم نکال لینگے اوسکے بعد عذاب اونکا
تب حضرت ابراہیم نے تسکین پائی اسی طرح ہمارے حضرت سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام
جبتک کہ ایک شخص بہی اونکی امت کا دوزخ مین رہیگا اور سبکے سب جنت مین داخل نہو لینگے
تب تک خلعت فاخرہ وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی کا قیامت کو نہ پہننگے اور
از روے صحیح حدیثون کے ظاہر ہی کہ آنحضرت صلعم نے اپنا حال زمانہ تاخیر وحی الہی کا فرمایا کہ
مین نے کئی بار چاہا کہ پہاڑ پر چڑہ کر اپنے تئین گرا دون یعنی درد فراق اور شوق وحی الہی سے
اپنے تئین ہلاک کرنا چاہا باوجودیکہ نبی ہو چکے تہے اور حضرت انس بن نضر کا قصہ
بخاری شریف مین ہی کہ بمقابلہ رسول اللہ خلاف کلام اللہ صراحۃً قسم کہائی کہ لونڈی کے

دانت کی عوض حمزہ کا دانت نہ توڑا جائیگا کہ یہ لطائف کلمہ ارتداد کا تھا اور سب
انحضرت نے کچھ نہ فرمایا اور جبکہ بعض وجوہ سے دانت کا توڑنا موقوف رہا تو انحضرت نے
انکی ولایت کی گواہی دی اور حضرت موسی کا حال ایک حدیث میں آیا ہی کا فی المشکوۃ
کہ موت کا فرشتہ جو آیا آپنے طمانچہ مارا کہ آنکھ اوسکی نکل پڑی اسنے اللہ صاحب کے
حضور میں شکایت کی وہان سے الٹا حضرت موسی کی خاطرداری کا پیغام اسکو لانا پڑا انکے
خفگی کا اور جلال الدین سیوطی نے جو معجزہ پھر آفتاب کا پھر وآنا متعددہ ثابت کیا ہی
اوس ضمن میں یہ بھی مذکور ہی کہ علی مرتضی نے اس سبب سے کہ انحضرت صلعم انکی زانو پر
سر رکھکر سو گئے تھے عصر کی نماز نہ پڑہی اور انحضرت نے کچھ اعتراض نکیا اور نہی کی
صحیح ثابت ہی کہ صلح نامہ حدیبیہ سے علی مرتضی نے باوجود حکم خاص رسول اللہ صلعم کے رسول اللہ کا
لفظ نہ مٹایا اور حضرت عثمان نے کہ واسطہ معاملہ حدیبیہ کے جو مکہ میں گئے حج نکیا اور یہ
نکرنا حج کا اتفاقیہ نہیں تھا بلکہ یہ توجیہ کیا کہ بغیر رسول اللہ حج مجھے خوش نہیں آتا
اور رسول اللہ صلعم نے بھی بیان ایسا ہی فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم ہوتا کہ بغیر میرے عثمان کا
حج کرے حالانکہ بمقتضائے شرع میں کہ عبادت الہی ہی رسول اللہ کا ساتھہ ہونا کیا ضرور تھا
ہان یہ بات البتہ ہی کہ بعد رسول اللہ صلعم کے قانون سیاست شرعیہ کا بند نہیں رہ سکتا تھا
کیونکہ ملحدین صوفی لباس کو یہان گنجائش کھل کھیلنے کی بہت ہی جنکو فرمایا حافظ شیرازی نے
کجاست صوفی دجال شکل ملحد کیش + بگو بسوز کہ مہدی دین پناہ رسید +
اسکے ضابطہ خاتمہ کتاب روض الریاحین امام یافعی صاحب کا دیکھنا بہت ضروری
از انجملہ وہابیہ ارواح کاملین سے فائدہ حاصل کرنیکو شرک جلی ٹھیراتے ہیں
سو اسکے جواب میں علیحدہ فصل لکھنا مناسب معلوم ہوا

تیسری فصل

اسمین بہی کئی مقدمے ہین پہلا مقدمہ ازروی کتاب اللہ اور احادیث صحیحہ
اور طریقہ خلفای راشدین وغیرہ مفتیان صحابہ رضی اللہ عنہم سے جواز قیاس کا جیسا اصول
فقہ مین لکہا ہی ثابت ہوتا ہی چنانچہ قران شریف مین ہی فاعتبروا یا اولی الابصار
یعنی ایک بات سے دوسری بات کی طرف عبور کیا کرو اور عبرت پکڑا کرو اور آنحضرت صلعم سے
معاذ بن جبل کی یہ بات کہ اجتہد برائی یعنی اجتہاد کرونگا اپنی راے سے قبول فرمانا
اور جمع کرنا آب اور کلوخ کا استنجے مین کہ اصحاب قبا نے اپنی رای سے ٹہیرایا تہا پسند کرنا
اور شراب پینے کی حد بقیاس حد قذف حضرت مرتضی علی نے تجویز اور حضرت عمر نے
پسند کی اور عول فرائض کی صورت مین حصہ رسدی کم کرنا حضرت مرتضی علی اور حضرت
عمر نے اپنی راے سے جاری کیا یہ جو کوئی بطور کلیہ کہے کہ جبتک جو بات بعینہا حضرت
رسالت پناہ علیہ الصلوۃ والسلام سے ثابت نہوگی تو بلحاظ اوسکی نظیر یا اوسکی علت کے جو
حدیث شریف سے بوجہی جاتی ہی وہ درست نہین ہوسکتی محض غلط ہی گو کہ وجوب تقلید مین
صاحب اجتہاد کے اختلاف ہو چنانچہ شیخ اکبر نے کہ انمین ظاہر اظاہریت معلوم ہوتی ہی
اور ابن حزم ظاہری کو فتوحات مین بڑی تعظیم سے یاد کرتے ہین اور لکہتے ہین کہ مین نے
دیکہا کہ اوسنے رسول اللہ صلعم سے معانقہ کیا اور آنحضرت مین وہ غائب ہوگیا قصص داودی
مجتہدون اور حاملان حدیث کو خلفای رسول اللہ صلعم لکہا ہی اور قصص الیاسی مین
مجتہدون کو وارث انبیا فرمایا ہی اور حدیث شریف من احدث فی امرنا ہذا ما
لیس منہ فہو رد مین ما لیس منہ کی قید صریح دلالت کرتی ہی اس بات پر کہ بعضا امر
نو احداث ایسا بہی ہوسکتا ہی کہ وہ داخل دین ٹہیرے اور حدیث من سن سنۃ
حسنۃ کی دلالت کرتی ہی کہ اگرچہ آنحضرت صلعم نے بعضی بات کے لیے بالتخصیص اور بالتصریح

حکم نہیں دیا مگر ہو سکتا ہی کہ بسبب خاطر آنحضرت صلعم کے ہو جیسا حضرت عمر نے تراویح کی
نسبت فرمایا نِعْمَتِ البِدْعَۃُ ہی مگر یہہ کہا قیاس کہ کلام الہی یا حدیث نبوی کے مقابلہ میں اپنی
اٹکل کو مقدم کرنا جیسا ابلیس نے درباب سجدہ آدم کے کیا یہہ بالاتفاق ناجائز ہی دوسرا مقدمہ
از روی روایات کتب حدیث ثابت ہی کہ بعض اوقات بعض اہل حاجات حضرت رسالت سے خواہش حاجت روائی کی
کرتے اور آنحضرت صلعم مجاز کی راہ سے اونکی حاجت روائی فرماتے اور از روی قرآن شریف کے ظاہر ہی
کہ حضرت سلیمان نے بقول وہابیہ معاذاللہ بر خلاف مضمون اِذَا سَئَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ
فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ کی اپنی مصاحبوں سے اپنی حاجت روائی بکرامت چاہی اور انہوں نے حاجت روائی کی
اور قیامت کو کہ اللہ تعالی کی توحید سبکو مشہود ہوگی سو مومنین اولین اور آخرین اپنی حاجت کے لیے
پیغمبروں کے پاس دوڑتے پھرینگے اور سوال کرینگے اور فیض صحبت حاصل ہونا بزرگوں سے ایک ایسا
امر ہی کہ کوئی نادان بھی اوس سے انکار نہیں کرسکتا تیسرا مقدمہ یہہ ہی کہ تصرف کہ
بزرگوں کے جسے کرامت کہتے ہیں اور فائدہ دینا فیض صحبت کا بعد چھوڑنے بدن کے نہیں ہو سکتا
باطل ہی اسلیے کہ ہرگاہ عالم حیات میں یہہ دونوں باتیں ثابت ہولیں تو اسکے امتناع کے لیے
بعد چھوڑنے بدن کے ثبوت درکار ہی کیونکہ کرامت اور فائدہ صحبت کا متعلق بروح ہی بدن کو
اوسمیں کچھہ دخل نہیں اور باقی رہنا روح کا بعد موت کے بالاتفاق مسلم الثبوت ہی اور امتناع
کرامت کا بعد چھوڑنے بدن کے کہیں ثابت نہیں ہوتا ہی علاوہ برین جیسے سندوں سے بکمال
حدیث وفقہ کی ثابت ہوا کرتی ہیں اونسے اعلی اور جید سندوں سے بشری مومنین کی اتباع
اور لوازم کمال ایمان کی ثابت ہیں سو اونکے اقوال سے باسانید صحیح ثابت ہی کہ ارواح کاملین سے
وسے تصرفات جنہیں کرامات کہتے ہیں اور فائدے روحانی ہوا کرتے ہیں سو اس مقام پر بعض
اقوال اون لوگوں کے کہ جو اس آخر زمانہ میں ہندستان میں ہوئے ہیں اور وہابیہ کے [illegible]

بمقابلہ مجتہدین کے خطا سے بری جانتے ہیں الزاماً نقل کرتا ہوں مولوی اسمٰعیل صاحب نے استفتاء
ذبیحہ میں کئی جگہ حضرت عبدالقادر جیلانی کو بلقب غوث الاعظم تعبیر کیا ہی اور صراط المستقیم میں لکہا ہی
کہ سید احمد صاحب کو نسبت قادریہ اور نسبت نقشبندیہ روح مقدس حضرت غوث الاعظم اور روح
مقدس حضرت خواجہ بہاء الدین سے معاً حاصل ہوئی اور نسبت چشتیہ حضرت قطب الدین بختیار
اوشی کے مزار پر مراقبہ کرنے میں اونکی روح مقدس سے حاصل ہوئی اور اوسمین لکہا ہی
کہ ہمت علی مرتضی کو سلاطین کی سلطنت اور امراء کی امارت میں دخل ہی چنانچہ سیاحان عالم
ملکوت پر پوشیدہ نہیں ہی بلکہ بطور کلیہ کے لکہا ہی کہ جب ایمانی جب کمال کو پہونچتی تہی
تو اللہ تعالی اوس شخص کو اپنی ایجاد معدوم اور اجراء احکام کیلیے آلہ اور جارحہ بناتا ہی
اور شاہ عبدالعزیز صاحب نے اپنے فتح العزیز میں اول سورۂ مطففین اور سورۂ انشقت میں
اور پہر سورہ بقرہ میں بمقام ذکر شہیدوں کے صاف لکہا ہی کہ ارواح مفارقہ کاملین سے فیض حاصل
ہوتا ہی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کہ بڑے شاگرد شاہ ولی اللہ اور بڑے خلیفہ مرزا مظہر صاحب کے
سیف المسلول کے آخر میں مکاشفہ اہل کشف کو لائق تسلیم ٹہیرا کر لکہتے ہیں کہ از روے کشف ثابت
ہوا ہی کہ از آدم تا خاتم علیہم السلام کمالات ولایت کبری اولیاء اللہ کو بتوسط روح مقدس علی مرتضی کے
حاصل ہوتی رہی ہی اور بعد آپکے انتقال کے حضرت امام حسن اور پہر حضرت امام حسین علیہم السلام
ہلم جراً تا حضرت امام حسن عسکری علیہ السلام اور بعد اونکے انتقال کے اونکی روح مقدس سے
تا ظہور حضرت غوث الاعظم کے پہر اونسے ابتک اور آیندہ تا ظہور امام مہدی اور بعد اونکے انتقال
اونکی روح مقدس سے ہوتی رہیگی جو تہا مقدمہ مشکوۃ شریف کی باب اثبات عذاب
القبر میں جو حدیث متفق علیہ عبداللہ ابن عمر سے اور ترمذی کے ابو ہریرہ سے اور احمد اور ابو داود
براء بن عازب سے اور دارمی کی ابو سعید خدری سے اور ابن ماجہ کی ابو ہریرہ سے اور ابن

ما یقال عند من حضرہ الموت میں صحیح مسلم کی حدیث ام سلمہ اور مسند احمد کی حدیث طولانی
براء ابن عازب سے اور باب المشی بالجنازہ میں حدیث متفق علیہ ابوہریرہ سے اور باب البکاء
علی المیت میں حدیث متفق علیہ حضرت عائشہ سے صاف ظاہر ہی کہ ارواح مقبورین کو قبر سے
علاقہ رہتا ہی اور حدیثوں سے یہہ ثابت قرار پاتی ہی کہ قبر در حق مقبور باغچہ ہی باغچہ ہای
بہشت سے یا ایک گڑہا ہی جہنم کے گڑہوں سے **پانچواں مقدمہ** بخاری شریف کی
روایت مشکوہ میں ہی حضرت ابوسعید خدری سے کہ فرمایا رسول اللہ صلعم نے کہ صاحب جنازہ
اگر نیکوکار ہوتا ہی تو کہتا ہی مجھے جلد لیچلو اور اگر بدکار ہوتا ہی تو اپنے جنازہ کے لیجانیوالوں سے
کہتا ہی ہای خرابی مجھے کہاں لیے جاتے ہو اور صحیح مسلم کی روسے مشارق الانوار میں ہی انس بن مالک سے
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے کہ جب کوئی بندہ قبر میں رکہا جاتا ہی اور ساتھ والے اوسکے پاس سے پھر جاتے ہیں
تو وہ اونکی جوتیوں کی چپ سنتا ہی اور صحیحین وغیرہ میں بروایت ابوطلحہ انصاری اور حضرت عمر فاروق
اور عبداللہ بن عمر اور انس ابن مالک اور عبداللہ بن مسعود سے در حق کفار بدر جو مارے گئے تھے وارد ہی
کہ فرمایا آنحضرت صلعم نے قسم ہی خدا کی تم لوگ اونسے زیادہ نہیں سنتے ہو لیکن وے جواب نہیں دے
سکتے یعنی وہ جواب کہ اور لوگ سنیں اور مسند احمد کی حدیث درباب بندہ اپنے صاحب قبر کے
اوسپر تکیہ لگاکر بیٹھنے سے فصل دوم میں گذری اور شرح الصدور میں ابن ابی الدنیا
اور بیہقی کی روایت ابی ہریرہ سے اور ابن عبدالبر محدث کی روایت ابن عباس سے لکھی ہی کہ
فرمایا آنحضرت صلعم نے جبکہ گذرتا ہی کوئی کسی قبر پر اور سلام کرتا ہی تو وہ اوسکی سلام کا جواب
دیتا ہی اور طبرانی کی روایت ابن عمر سے اور حاکم اور بیہقی کی روایت ابوہریرہ سے لکھی ہی کہ فرمایا
آنحضرت صلعم نے در حق شہداء احد قسم ہی خدا کی نہ کوئی سلام کریگا اونکو مگر یہہ کہ وے جواب
سلام کا دینگے اور یہہ بات قیامت تک چلی جاویگی اور ابن عساکر اور حاکم کی روایت ابن

عباس سے اور ابن عدی کی روایت علی مرتضی سے لکھی ہی کہ آنحضرت صلعم نے جعفر طیار کی نسبت
بعد اونکی شہادت کے ایکدن فرمایا کہ جعفر طیار اسوقت گروہ ملائکہ کے ساتھہ میری طرف سے ہوکر نکلا
اور مجھے سلام کیا بالجملہ احادیث موصوفہ سے یافت ہونا مردون کی ارواح کو اس عالم کی باتونکا
خصوصا اوس مقام پر کہ جہان اونکے اکثر اجزای اصلی بدن کے ہوتے ہین کہ اوسکو قبر کہتے ہین وہان پر
حاضر ہونیوالے کے حرکات و سکنات اور گفتگو کا دریافت ہونا بخوبی ثابت اور مکاشفات اہل کشف حقائق
مصدق اور موید صحت روایات موصوفہ کی ہین بلکہ حضرات اہل اللہ سے مقرر کیے ہوے بعضے طریقے ایسے ہین
کہ جس مسلمان کا جی چاہے کر دیکھے کہ امر مذکور خود اوسے مشاہدہ ہو جاے غرضکہ ان باتون کے
مقابلہ مین قیاسات معتزلانہ قطعا لغو اور واجب الرد ہین پس اگرچہ بعضی روحین اوج
علیین پر ہون تو بھی ہو سکتا ہی کہ جیسا تارون کو زمین سے علاقہ رہتا ہی اور روشنی اونکی
زمین تک پہونچتی ہی اون روحون کو تعلق اس مقام سے جہان اکثر اجزای اصلی بدن کے ہوتے ہین
رہتا ہو جیسا کہ علامہ سیوطی اور ابن قیم نے تصریح کی ہی اور شاہ عبد العزیز صاحب نے تفسیر سورہ
مطففین مین لکھا ہی کہ دور و نزدیک اونکی نسبت برابر ہوتا ہی یعنی اگرچہ قبور اولیا کے پاس
جانیکی برکات اور ہی ہوتی ہین مگر ادراک انکا دور تک پہنچتا ہی اور مین کہتا ہون کہ اگر
علی العموم برابر نہین ہوتا ہی تو عوام پر قیاس کرنا اون مخصوصون کو درست نہین ہو سکتا جنکے حق مین
اللہ تعالی قرآن شریف مین فرماتا ہی کہ صاحبان بصیرت اور بینائی ہین اور حدیث قدسی مین
فرمایا ہی کہ مین اونکی شنوائی ہو جاتا ہون اور مین اونکی بینائی ہو جاتا ہون جیسے مثلا حضرت
عمر کہ سیکڑون منزل سے حضرت ساریہ کا حال دریافت کرکے فرمایا کہ یا ساریۃ الجبل الجبل کی حکایت
ہم ان آتی بات القصۃ مسلم ہی کہ کاملون کو کبھی قوت بینائی اونکی اللہ کے مشاہدہ مین تابع التفات اس عالم کی
طرف ہوتا ہی اور حاجت ہوتی ہی کہ فرشتے اونکو اطلاع کرین اور عوام الناس کو اونکے اعمال کی

ہتا ہی بیچ مین قرو بعد رہنا مانع التفات کا ہوتا ہو جیسا دنیا مین زندون کو ہوتا ہی کہ کبھی
باوجود اندیسے بہرے ہونیکے پاس کی بات بعض اوقات اونکو نہین دریافت ہوتی ہی بالجملہ اصل
موت کو موجب دریافت نہ ہونے حال زیارت کرنیوالونکا سمجھنا اعتقاد بیہودہ اور مکاشفات اہل
کشف کو رد کرنا ہی جیسا مفصل ذکر کر لئے ہین **چوتھا مقدمہ** انبیا اور اولیا سے محبت دلی بہم
پہونچانی کا حکم اور اوس سے فائدہ ایمانی حاصل ہونیکا بیان جیسا قرآن شریف اور احادیث
صحیحہ مین وارد ہی وہ محتاج شرح و بیان کا نہین جانا کچھہ نہو تو رہا آگے چلکر مذکور ہوگا
اور یہہ بہی تجربہ ثابت ہی اور جسکا جی چاہے تجربہ کر لے کہ اکثر مذکور کرنے سے کسیکا اور کسکی
طرف دل لگانے اور اوس سے عرض حاجت کرنے سے ربط دلی بڑہتا ہی اور محبت دلی کی ترقی
ہوتی ہی **بالجملہ** جبکہ سوال کرنا حاجت روائی کا انبیا اولیا سے بموجب دوسرے مقدمہ اور متعلق
ہونا کرامت اور فیض صحبت کا صرف روح سے نہ کہ بدن سے بموجب تیسرے مقدمہ کے اور تعلق ارواح
مردونکا مقام قبر سے بموجب چوتہے مقدمہ کے اور دریافت ہونا اہل قبر کو حالات اس عالم کے خصوصاً
اونکی زیارت کرنیوالے کے بموجب پانچوین مقدمہ کے اور نہ کہنا شرعی واسطہ حاصل کرنے محبت
دلی کے انبیا اولیا سے بموجب چہتے مقدمہ کے ثابت ہوا تو اگرچہ صحابہ کرام سے تصریح اسبات کی
کہ ارواح کاملین سے فائدہ لینا صحیح ہی کتب اخبار و آثار مین لکہی نہین گئی ہو تو بہی بموجب
پہلے مقدمہ کے بدعت ضالہ نہین ٹہیر سکتی چہ جائیکہ [illegible] چلا آتا ہوا [illegible]
اہل اللہ کا اتفاق سمجھنا چاہئے اسبات پر جو مولوی رفیع الدین صاحب رحمہ اللہ تعالی عنہ نے رسالہ
اسرار المحبۃ مین لکہا ہی خلاصہ ترجمہ اوسکا بعد حاشیہ یہہ ہی کہ متوفین کاملین کی صحبت
کرنا عاقبت مین فائدہ بخشیگا بشرط لیاقت یعنی اگر خاتمہ بخیر ہوگا اور دنیا مین بہی
فائدہ بخشتا ہی بشرطیکہ اونکی طرف دہیان لگایا جاوے اور دل اونکے دہیان کیلئے اونکی طرف [illegible]

اعمال کیا جاوے اور اونکو یاد کیا کرے اور اونکی خدمت مین ثواب اعمال کا ہدیہ بھیجا کرے
اور اونکی طرف جو لوگ منسوب ہین یعنی اونکی اولاد اور اونکے یار اونسے احسان اور سلوک کرتا رہے
سو ایسے باتون سے نسبت اویسیہ اور صحبت ظاہریکا فائدہ حاصل ہوتا ہی اور صحبت ظاہری
اہل اللہ کا حال جو ازروے احادیث کے ظاہر ہی سو کچھہ آگے چلکر معلوم ہوگا **فائدہ** حضرت
امام حسن علیہ السلام کا ارشاد جامع ترمذی مین منقول ہی کہ رسول اللہ صلعم کے حلیہ شریف کے خوبی
دریافت کرنیکا مین مشتاق رہتا تہا تا کہ اپنا دل اوس سے لگاؤن اور بخاری شریف مین حضرت صدیق
اکبر کا ارشاد منقول ہی کہ محمد رسول اللہ صلعم کا دہیان کیا کرو اونکی اہل بیت مین اور یہہ بہی فرمایا
کہ اونکا دہیان کیا کرو اونکے معاملہ مین اور ورفعنا لک ذکرک صریح ارشاد الہی ہی کہ رسول اللہ صلعم
کا ذکر کیا جایا کرے سو اگرچہ زبان سے کہنے کو بہی ذکر کہتے ہین مگر اصل ذکر کے معنی یاد کرنیکے ہین
سو یاد کرنا دلکا کام ہی اور اگر معاذ اللہ کسیکا تصور کرنا کفر و شرک ٹہیرے تو چاہیے کہ کوئی آدمی
کسی وقت کفر و شرک سے بچ نسکے کیونکہ ہر وقت کسی نکسیکا تصور دل مین ہوا ہی کرتا ہی لیکن جانا چاہیے
کہ مسئلہ تو شب کا اسی بات کے لیے یعنی بزرگون سے فائدہ باطنی حاصل ہونیکے واسطے قائل ہی
نہ کہ معاذ اللہ دعوذ سوء خاتمہ کا ہی جیسا مولوی مرحوم فرماتے ہین ؎ بےعنایات حق و خاصان حق
گر ملک باشد سیہ ہستش ورق ⁂ اب رہ گئی آیہ کریمہ انک لا تسمع الموتی وما انت بمسمع
من فی القبور سو بالاتفاق مفسرین مسلم الطرفین موتی اور من فی القبور سے کفار مراد ہین
کہ تشبیہ دیے گئے ہین ساتہہ مردون کے تو سننے سے اس مقام مین مجازی معنی مراد ہین
جیسے بولتے ہین کہ فلانا شخص بڑا خود پسند ہی کسیکی بات نہین سنتا ہی اور اگر یہان مردون کی
عدم سماعت حقیقی نکالی جاویگی تو کوئی وجہ تشبیہ کی نہ قرار پاویگی کیونکہ کافرون کو تو سماعت حقیقی
حاصل تہی پس معاذ اللہ کلام الہی پایہ بلاغت سے ساقط ہو جاویگا علاوہ برین بعضی اصحاب تو جنکے

بعد یہہ بھی واقع ہی اِن تُسْمِعُ اِلّا مَن یُّؤمِنُ بِاٰیٰتِنَا یعنی تو نہیں سناتا ہی مگر اونکو کہ

استعداد ایمان کی رکھتے ہیں پس اگر حقیقی سنانا مراد لیا جاے تو معاذ اللہ یہہ بات غلط ٹھہری اس لیے

کہ آنحضرت صلعم کافرون کو سناتے تھے چنانچہ اسی لیے موضح القران میں جسمیں ترجمہ شاہ عبد القادر کا ہی

ذیل میں ترجمہ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِی الْقُبُوْرِ کے لکھا ہی تو نہیں سناتا قبر کے پڑے ہوؤن کو اور حدیث میں

کہ مردون سے سلام علیک کرو سنتے ہیں اور بہت جگہ مردے کو خطاب کیا ہی اوسکی حقیقت یہہ ہی

کہ مردے کی روح سنتی ہی اور قبر میں جو پڑا ہی سو دھڑ ہی وہ نہیں سن سکتا یعنی روح انسانی جو بدن سے

مفارقت کرتی ہی اوسی سبب نہیں کہتے ہیں اور موت کے معنی روح کا معدوم ہونا نہیں ہی

ورنہ عذاب و ثواب قبر کا جو ضروریات دین سے ہی ٹھہرتا ہی غلط ہوجاتا اور رفع الزام ہو ہی نہیں سکتی

کہ یہان نفی سنانے کی ہی نہ کہ سننے کی اور ظاہر ہی کہ سنا سکنا اسماع کا ترجمہ نہیں ہوسکتا اس

مطلب یہہ ٹھہرا کہ تیرا کام مردون کی دعوت کرنیکا نہیں ہی بالجملہ آیات موصوفہ کو احادیث

سابق الذکر سے کچھہ تعارض نہیں ہی اور حضرت عائشہ سے جو انکار سماع مقتولین بدر کی مروی ہی

شاید مطلب حضرت عائشہ کا یہہ ہوگا کہ سماع حقیقت کہتے ہیں بدن کے کانون سے سننے کو اور مردونکے

اجساد کے بدنی کان نہیں ہوتے نہ یہہ کہ اونکو حال زیارت کرنیوالونکا دریافت نہیں ہوتا ہی کیونکہ

ایسی بات مانی ہی اور شرح الصدور میں ابن ابی الدنیا کی روایت حضرت عائشہ سے منقول ہی کہ فرمایا

آنحضرت صلعم نے کہ کوئی شخص اپنے بھائی کی قبر کی زیارت نہیں کرتا اور اوسکی قبر کے پاس نہیں بیٹھتا

مگر یہہ کہ صاحب قبر اوس سے انس پکڑتا ہی چنانچہ خود حضرت عائشہ کا اپنے بھائی کی قبر پر زیارت کے

لیے جانا اور بعض اشعار فراقیہ اونپر پڑھنا مشکوۃ شریف میں مروی ہی اور یہہ بھی کتابونمیں ہی

کہ حضرت عائشہ نے اپنے اوس گھر سے جو حجرہ کی ہو جانیکا فصل دوم میں گذرا کہ بعد وقت دفن ہونے حضرت

عمر کے اپنے کپڑے اوس حجرہ میں نہیں اتارے نہیں شرم سے حضرت عمر کی کہ

ظاہر ہی کہ وے بھی ادراک مقبورین کی قائل ہوئین اور مدارج النبوۃ مین مواہب سے نقل
کیا ہی کہ وہ مغازی محمد بن اسحاق سے بسند جید اور مسند احمد سے بسند حسن حضرت عائشہ سے
روایت کرتا ہی وہی تا جو اور صحابہ نے قتلاے بدر کے حق مین نقل کی ہی یعنی پیغمبر خدا صلعم نے
اونکے حق مین فرمایا کہ وے تم سے زیادہ سنتے ہین اور صاحب مدارج فرماتے ہین کہ یہی بات شرح
مسلم مین بہی لکہی ہی بالجملہ اونکا قول اس باب مین متعارض منقول ہی اور ماہرین علم حدیث نے
اس مقام پر یہہ بہی لکہا ہی کہ جب حدیث کی صحت ثابت ہولی یعنی سماع مقتولین بدر کی کسی صحابی کی
روایت سے ثابت ہوئی تو بغیر دوسری حدیث صحیح کے جو خلاف اوسکے ہو اوسکی تاویل نہ کیجایگی
بلکہ حضرت عائشہ کے قول کی تاویل کرنا چاہیے **ف** حضرت عائشہ کی اس بات سے کہ اپنے بہائی کی
وفات پر اونکے فراق مین اونہون نے شعر بہی کہے اور قبر پر جا کر تر ہائین اور بہی حضرت یعقوب کے
اپنے بیٹے کے غم مین ذرا آشفتگی سے ثابت ہوتا ہی کہ لخت جگر رسول خدا مظلوم دشت کربلا کے
غم مین اگر شعر بہی کہے جاوین اور وہ آشفتگی کا مضمون ادا کیا جاے تو بدعت ضالہ نہین ہو سکتی
مگر نہ ایسی مرثیے کہ رائج ہین کہ اونمین اکثر روایات واہیہ بے اصل ہوتی ہین دوسرے یہہ کہ
اہل بیت طہارت کے غم و اندوہ کو اپنے غم و اندوہ پر قیاس کرکے اپنا ہی سا اضطراب اور بیتابی
اور شیون اونکی طرف منسوب کرتے ہین کہ اسمین کمال بے ادبی ہوتی ہی اور بالکل جہوٹ بہی ہی
تیسرے یہہ کہ بعض مظالم یزید بہی کے اگرچہ واقعی ہون مگر اونکی تفصیل بیان کرنیمین بہی
بے ادبی لازم آتی ہی اور یہہ سب باتین موجب خرابی دین اور دنیا کی ہوتی ہین **اگر کوئی**
موت کو نیند پر قیاس کرے سو اولا یہہ ہی کہ قیاس کی بابت فرمایا اول من قاس ابلیس
یعنی ہرگاہ احادیث سے ثابت ہولیا کہ ارواح مقبورین اپنی زیارت کرنیوالی کی باتین
دریافت کر لیتی ہین تو اس قیاس کی گنجایش کہان رہی اور ثانیا یہہ قیاس بالاولی

نہین ہی بلکہ قیاس مع الفارق ہی کیونکہ نیند مین روح انسانی کی پابندی تمام قوای
بدنی سے نہین چھوٹتی باقی سو حس قوۂ بدنی ہین نیند سے فتور آویگا اور حس کے ذریعہ سے
جو ادراک روح کو ہوتا تہا اوسمین بہی فتور آویگا اور موت سے وہ پابندی بالکل
چھوٹ جاتی ہی لیکن قوای بدنی کی خرابی سے ادراک روح مین کچھہ فتور ہونا ضرور نہین مثلا
جسکو عادت عینک کی ہوتی ہی بغیر اوسکے اوسکو کچھہ نظر نہین آتا اور اوسمین فتور آنے سے
چیزون کے نظر آنے مین فتور آتا ہی اور جبکہ میعاد معینہ پابندی عینک کی گذر جاتی ہی تو عینک کے
جانے سے کچھہ ہرج نہین ہوتا اگر کہیے کہ بنسبت زایرین قبر کے ادراک تو ہمنے
بہی قبول کیا مگر در صورت غیبت از قبر اونکا ادراک کہان سے ثابت ہوتا ہی سو اولا تسلیم
کرنا ادراک اہل قبر کا بہ نسبت زایرین کے اوسکے واسطے جواز مدد مانگنے کے ساتھہ ملا اور مقدمات کی کفایت
کرتا ہی اور ثانیا یہہ کہنا اوس قسم کا ہی کہ مثلا کوئی کہے کہ اللہ تعالی کی صفت مین واجب بالذات کا
لفظ اور انبیا کی تعریف مین معصوم کا لفظ نہ کہین قرآن مین ہی اور نہ کسی حدیث مین بس یہہ دونو
باتین معاذ اللہ غلط ہین حالانکہ جب اللہ کو اللہ کہا تو واجب بالذات گویا پہلے کہہ چکے اور جب انبیا
علیہم السلام کی اطاعت ضرور ہوئی تو اونکی معصومیت کا اعتقاد بہی ضرور ہوا اسیطرح جب زور دے
حدیث کے ثابت ہو لیا کہ ہزارون من مٹی اور پتہرون سے تب جانا صاحب قبر کا اور ایسا جان
اوسکو روکتا نہین ہی تو اسسے صراحۃً لازم آیا کہ دیوار اور پتہرون کو مانع ادراک
نہین ہو سکتی خصوصا اون لوگون کو جنکی حق مین اللہ تعالی نے فرمایا کہ ما حجابا بینا ہی
اور فرمایا کہ مین اونکی شنوائی اور مین اونکی بینائی ہو جاتا ہون اور لزوم اعتقاد علم غیب کا
شبہہ کرنا دلیل ہی کہ دوربین لگانیوالی کی نسبت اگر کوئی اعتقاد کرے کہ دور کی چیزین جو ہم
نہین دیکہتے ہین یہہ دیکہتا ہی تو اوسپر بہی شبہہ لزوم اعتقاد علم غیب کا وارد ہوتا ہے

اور بعض تو یہاں بہہ بہی وارد ہو سکتا ہی تنبیہ اس مقام پر وہابیہ اپنے گمان میں
اپنے مفید مطلب جانکر اس آیہ پر بہہ کوشش کرتے ہیں وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَدْعُوْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ
لَا یَسْتَجِیْبُ لَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَہُمْ عَنْ دُعَآئِہِمْ غَافِلُوْنَ حالانکہ ہمارے اگلے مفسرین
لکھتے ہیں کہ یہاں من دون اللہ سے بت مراد ہیں کما فی الجلالین وغیرہ معتمد احادیث سے
ثابت ہو لیا کہ روحیں جواب سلام کا دیتی ہیں اور بات زیارت کرنیوالی کی دریافت
کرتی ہیں اور اہل کشف حقائق سے معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ بعد وفات بہی حاجت روائی
بندگان خدا کی باذن اللہ کرتے ہیں پس نہ اون پر لا یستجیب لہ صادق آتا ہی اور نہ عن دعائہم
غافلون اور جا ہیے کہ جنات اور شیاطین کو پکارنا بقول تمہارے شرک نہ ٹہرے کیونکہ
تمہارے نزدیک بہی مصداق لا یستجیب لہ اور عن دعائہم غافلون کے نہیں ہیں اور کبہی
اس آیت کو پیش کرتے ہیں اَلَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ غَیْرُ اَحْیَآءٍ وَمَا یَشْعُرُوْنَ
اَیَّانَ یُبْعَثُوْنَ جواب اسکا یہہ ہی کہ روح کو میت نہیں کہتے ہیں بلکہ صرف تن بے جان کو
میت کہتے ہیں خصوصاً وہ تن جسکی شان سے جاندار ہونا ہی نہ ہو عقلاً جیسے لاش مردے کی
اور خواہ وہ بنا ہو جیسے تصویر سایہ دار علی الخصوص وہ تصویریں کہ کفار کے محاورہ میں بطور
زندہ آدمیوں کے تعبیر کیجاتی ہیں مانند لات وعزی وغیرہ کے کہ بسبب گذرنے بہت مدت کے
دست اونکے وہم میں قبلہ عبادت کے مرتبہ سے بڑہ کر خود معبود قرار دیے جاتے ہیں
حالانکہ جلالین وغیرہ تفاسیر معتبرہ میں لکہا ہی اور شاہ ولی اللہ صاحب نے بہی فوز الکبیر میں
لکہا ہی اور یہہ بات بالاتفاق مسلم الثبوت ہی کہ یُمِیْتُکُمْ ثُمَّ یُحْیِیْکُمْ کے معنی یہہ نہیں ہیں
کہ تمکو معدوم کر دیا ہی اور نئے سرے سے پیدا کریگا بلکہ بالاتفاق یہی معنی ہیں
کہ تمہاری روحوں کو تمہارے بدن عنصری سے جدا کر دیا ہی اور پہر

لہٰ جیت نکر دینا چاہیے بلکہ سمجھا دینا چاہیے کہ جس طرح بادشاہ سے مانگتے ہین
اور خیال رہتا ہی کہ اگر اللہ چاہیگا تو ملیگا اور بادشاہ کے دینے کو جانتے ہین کہ اللہ نے دیا
اسیطرح اولیاء اللہ سے مانگنے مین بھی اگر دہیان رکہوگے تو مانگنا درست ہوگا نہین تو
نہین علی ہذا القیاس بزرگونکی نیاز کا مسئلہ بھی سمجھا دینا چاہیے کہ جس طرح زندگی مین
بزرگون کی اونکو نذر دیتے تہے اسیطرح کنوان باغ روپیہ پیسا جانور غلہ کہانا متہائی
اللہ کے واسطے بزرگون کی نیاز کیا کروگے جیسا احادیث مندرجہ فصل دوم سے ظاہر ہی تو
موجب ثواب ہوگا نہین تو گناہ ہی **اگر کوئی کہے** کہ بعض مشرکین بھی یہی کہتے ہین
کہ جس طرح تم مردون سے مدد مانگتے ہو اسیطرح ہم ہیا کل وغیرہ سے کرتے ہین اوسکا
جواب یہ ہی کہ یہ صرف مغالطہ ہی کہ وہابیہ اوسکے مغالطہ مین آگئے خیر مگر اسکو ایک بہت
بڑا دقیقہ الزام کا جانتے ہین اور در حقیقت ان لوگون کے ہیا کل معبودان وغیرہ کی درصورتیکہ شرع سے
اونکا کامل ہونا مسلم ہو صرف مدد مانگنے کو ہم شرک و کفر نہین جانتے بلکہ اون سے مانگنے
اس جہت سے شرک و کفر کہتے ہین کہ اوسکی بنا اونکی عبادت پر ہوتی ہی جیسا کہ فصل آئندہ سے
معلوم ہوگا کہ **اگر کوئی کہے** کہ درخت اور پہاڑ بھی علیحدہ روح رکھتے ہین تو اونسے بھی
چاہیے کہ مدد مانگنا درست ہو اور دیو بہوت سے بھی کام نکلتا ہی تو اونکو بھی دینا چاہیے نذر
درست ہو تو جواب اسکا یہ ہی کہ پہلی صورت مین دوسرا اور تیسرا مقدمہ جہوٹ گیا اور پہلی
صورت مین چہتا مقدمہ جہوٹ گیا ہی یعنی غیر آدمی سے مانگنا اور تصرف کا ظاہر ہونا کہ ہاتہ سے
ثابت نہین ہوتا اور دیو بہوت سے مانگنا اگرچہ بطور عبادت کے ہو تو بھی خود اونسے ربط ہونا ممانعت
بڑا ہی **تنبیہ** یہ کہنا رہا یہ گا کہ بعضے کامون کو جو ہم لوگ خاص شرک کہتے ہین اوس سے
وہ شرک مراد نہین ہی جس سے ہمیشہ جہنم مین رہنا ہوگا بلکہ دنیا شرک مراد ہی جیسے ریا کا شرک

اور تو تیلے اور قسم تمام عمر چند آیا بعض متروں کو شرک فرمایا ہی اسکا جواب یہہ ہی کہ
پہلے اُن باتوں کا جنہیں تم لوگ خاص شرک کہتے ہو ممنوع ہونا از روے اصول شرعیہ کے ثابت
کرنا چاہیے حالانکہ اونمیں سے بہتیری مُعظم باتیں تمہاری ایسی ہیں جنکے لیے حکم اور
اجازت شرع میں وارد ہی جیسا فصل دوم میں گذرا اور بہت باتیں ایسی ہیں کہ شرع میں
اونکی نسبت کچہہ حکم نہیں اور سکوت عنہ شرع کا ہونا عین اجازت دینا ہی جیسا اوپر گذرا
اور پہر کیا وجہ کہ اون باتوں کو جو بالاتفاق شرک اور موجب خلود فی النار کے ہیں برابر
اپنی خاص شرک کی باتوں کے کہتے اور لکہتے ہو کہ خواہ یوں سمجہے کہ یہہ علم یا قدرت کسیکا
امر ذاتی ہی یا یوں سمجہے کہ خدا نے دیا ہی دونوں طرح شرک لازم آتا ہی جیسا عبد الوہاب
نجدی کے خلاصہ کتاب التوحید میں میں نے لکہا دیکہا ہی کہ تر سے شرکو نمیں اوسکو لکہا ہی اور پہر
بعد ثبوت ممانعت کے شرک کہنا اوسکا قرآن یا حدیث سے ثابت کرنا چاہیے ورنہ موافق مضمون
حافظ بہشم ما کانوا بہ یستہزءون کے چاہ کندہ را چاہ در پیش وہ طعن جو حضرت اہل اللہ پر تم
محض بیجا کرتے ہو وہ سب مع شے زیادہ بر الٹے تم ہی پر جیسا کہ سائر مخالفین اہل سنت جماعت کے پر
عائد ہوتی ہیں یعنی مَنْ اَحْدَثَ فِی اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ وَكُلُّ بِدْعَةٍ
ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِی النَّارِ ۔ بورع و تقا کوش و صدق و صفا : ولیکن میفزا
بر مصطفی : اور اگر کہیے کہ ہم بہی مجتہد ہیں تو حلوا خوردن را روے باید اسطرح طور اپنی اصطلاح کے
اور لوگ بہی کہینگے کہ شرک کئی قسم پر ہی فرض و مسنون و مستحب و مباح و مکروہ و حرام
فرض جیسے شرک فی التصدیق یعنی تصدیق کلمہ محمد رسول اللہ کو تصدیق کلمہ لا الہ الا اللہ کا
شریک گرداننا اور شرک فی المحبت اور شرک فی الذکر جیسا رفعنا لک ذکرک کی
تفسیر حدیث میں آئی کہ اپنے نام کے ساتھہ اللہ تعالی نے رسول اللہ کا نام اکثر جگہہ ملا رکہا ہے

ٹھیرایا ہی اور شرک فی النظر یعنی جیسا فرمایا کہ النظر الی الکعبۃ عبادۃ ویسا ہی فرمایا
النظر الی وجہ علی عبادۃ اور شرک فی الاطاعۃ اور شرک فی الولایات اور شرک فی النصرۃ
اور شرک فی الشفاعۃ اور شرک فی الاستعانۃ اور شرک فی العطا اور شرک فی الکفایات کہ
یہہ سب اور بہت کچھ اسیطرح اور اقسام بہی نکل سکتے ہین اور یہہ کہنا دہا ہونگا کہ بطور رخنہ
بندی کے ازراہ احتیاط ہم ایسی باتون کو شرک ٹھیراتے ہین تو اوسکا جواب یہہ ہی کہ
صاف صاف اصول خوارج اور معتزلہ کے کہ گناہ سے آدمی مسلمان نہین رہتا ہی اور بغیر توبہ
کوئی گناہ معاف نہین ہوتا بے پردہ ہوکر کیون نہین جاری کرتے کہ اسمین زیادہ احتیاط ہی
اعتزال کو پردہ سنت جماعت مین کیون چہپاتے سو اصل یہہ ہی کہ جسطرح بعض اہل سنت مین یہہ
میل نصب کا ہوتا ہی اور بعضو مین میل رفض کا ویسا ہی ہندستان مین وہابیت کی
رائج کرنیوالے مین میل اعتزال کا تہا مگر اور بعضے لوگ باوجود صاحب علم ہونے کے اسکو
نہ سمجہے اور اوسکی ترویج کی کوشش کرتے رہے **چوتھی فصل** درگاہ سواے حضرت
حق جل وعلی جامع جمیع صفات کمال کی کسیکی عبادت کرنا یعنی ابتدائی کی بات مین کل ماسوا سے
کسیطرح بے نیاز سمجہنا اور اس سمجہہ پر کوئی تعظیم بجالانا امر باطل اور ممتنع کو صحیح
قرار دینا اور شرعاً باعث ہمیشہ رہنے جہنم کا ہی تو حضرت حق جل وعلی کے تقرب کے لیے
بہی عبادت غیر حق کی کرنا امر محال کو اپنے واہمہ کے زور سے واقعی دہیان کرنا ہی اور نسبت
بارگاہ خداوندی کمال بے ادبی اور نا انصافی سے شرک ٹھیرایا ہی جیسا مشرکین عرب کا قول اللہ تعالے نے نقل
فرمایا ہی ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی یعنی ہم اونکو اللہ کا شریک نہین ٹھیراتے
مگر اللہ کے واسطہ کہ ہمکو وے اللہ کے پاس کے درجون پر پہونچادین سو بیان شرک کی
اونکا ما نعبدھم کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی نہ کہ لیقربونا سے اور حال مشرکین

عرب کا بیان فرمایا اتخذوا من دون اللہ فرمایا الہۃ یعنی انہوں نے شریک الہ کا
ٹھہرایا الہ کے تقرب کے لیے سو یہاں بہی شرک اقراری اونکا آلہۃ کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی کہ
فرمایا کے لفظ سے اسیطرح بہ دلالت شرکا ئنا کے لفظ جو فصل دوم مین گذرے شرک اونکا
شرکائنا کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہی نہ کہ حرف لام سے الغرض ان آیتون سے معلوم ہوتا ہی کہ مشرکین
عرب باوجود یکہ مالک اصلی تمام ملکوت السموات والارض کا الہ ہی کو جانتے تہے جیسا کہ قرآن شریف
سے ظاہر ہی مگر کہتے تہے کہ الہ نے اونکو آپ اپنا شریک کر لیا ہی جیسا کہ اونکا تلبیہ مشہور ہی
لبیک اللہم لبیک لا شریک لک الا شریک ہو لک یعنی جانتے ہونگے کہ اونکو الہ تعالی نے
بعضی ولایت یا کسی ردی مین کے کل امور یا بعض امور متعلقہ مین دخل و تصرف کا اختیار دیدیا ہی
کہ اونکے افعال و آثار ہوسوم کے صادر ہونے مین الہ تعالی کی مشیت کو کچھہ دخل نہین رہا جیسا
قدریہ علی العموم بندگان خدا کی روزمرہ کی باتون کی نسبت گمان کرتے ہین اور جسطرح مجوس اہرمن کو
بدکامون کی بابت ضد خالق ایزد کا جانتے ہین ویسے ہی مشرکین عرب بہی اپنے معبودون کی
عند الہ شفاعت کرنے اور اوسکی موثر ہونے مین اذن الہ کا دخل نہین جانتے ہونگے جیسا
قرآن شریف سے بوجہا جاتا ہی کہ اونکے گمان کے رد مین اذن الہ قید آتی ہی اور یہہ بہی کہ سرا سر
بتون کو مرتبہ قبلہ کا ہی سے تر ہا کر اونکو خود عین اونکا سمجہنے تہے جنکی وے تصویرین بناتے
کہ یہہ بہی قرآن شریف سے بوجہا جاتا ہی اور بطور مشرکین عرب کے مجوسیون کے دین مین بہی یہہ
بات داخل ہی کہ بعد پرستش ایزد کے پرستش آگ اور زنار کی ضرور ہی تا کہ ایزد کی بندگی کو
ایزد تک پہونچا دین اور ایزد نے چند عقول مجردہ اور نفوس فلکیہ کو سب عالم مین دخل و
تصرف کا اختیار دیدیا ہی کہ اونکے افعال عظمت اشتمال مین مشیت الہی کو دخل نہین
اور اہرمن اگرچہ ایزد سے نکلا ہی مگر اوسکا ضد غالب ہوگیا ہی چنانچہ اونکی کتابہ

اس بات کی گواہ ہیں ساتھ اسکی اونکے بعض صحایف آسمانی ہیں یہہ بہی لکہا ہی کہ ہر شتر
سرائی خر بزردان نیست ورنہ گردندہ بجز بہش ایزد گردیدن نتواند اور نہ یہ نکتہ سوچنے اور
سمجھنے کے لائق ہی کہ کامل شخص اگرچہ مظہر اتم ہو اور جلوہ گاہ جملہ کمالات الہی کا ہو جاوے تو بہی
نیازمندی اور محتاجی اوسکی ذات حق کی طرف جیسے ہو ب کو آفتاب کے ساتھہ ہوتی ہی نہیں
چہوٹتے پاتی اور الہیت کا مرتبہ وہی مرتبہ جامعیت کا ہی جسمیں بے نیازی غیر سے مقدم تر سب
کمالات سے ہی اور اوسی مرتبہ والے کا نام اللہ ہی القصہ جس دین و مذہب کی کچھہ اصل آسمانی
معلوم ہوتی ہی اوس دین کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ اصل اسمیں توحید ہی تہی اور جو شرکیت
اوسمیں ہی وہ پیچہہ سے آگئی ہی اور مشرکوں کی کتابوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ شرکیت اونکی صرف لزومی
نہیں ہی بلکہ التزامی ہی حضرت خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام اونکو اس اضطراب اور دغدغہ سے
نکالکر راہ راست توحید حقیقی پر لائے ہیں اور عقل سلیم کے نزدیک از روے دلائل عقلیہ کے توحید ہی صحیح اور اوسکا خلاف
باطل ٹہرتا ہی وے لوگ ناحق آنحضرت صلعم کے دشمن بنکر اپنے پاؤں میں آپ کلہاڑی مارتے ہیں مگر بعضا
خیال خیال اور مذہب والے بہی خلاف اپنے مذہب قوم کے اپنی یہاں کی شرک کی باتونکی تاویل کرتے ہیں
پس اگر زبان اونکی موافق دل کے ہی تو وے اشخاص شرک مذکور سے بری سمجہے جاوینگے
مگر یہہ کہنا اونکا کہ ہماری قوم کا مذہب یہی ہی محض غلط ہی +

خاتمہ جبکہ معنی عبادت حق اور شرک فی العبادۃ کے منقح ہو گئے تو مناسب
معلوم ہوا کہ کلمہ طیبہ کے معنی جسقدر کہ ضروری ہیں اور تکلیف شرعی علی العموم اوسکی تصدیق
کی ہی اور شرعاً وہی مدار نجات کا ہی لکہے جاویں پس جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہی کہ
فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لا نفی جنس اِلٰہ اوسکا اسم کہ اسم جنس اور صفت اوسکی
ہی مستثنیٰ منہ اِلَّا حرف استثنا یا اسم ہی بمعنی غیر اور غیر کے معنی سو الفظ اللّٰہ کا

معروف اور علم ہی حضرت جامع جمیع صفات کمال کا اور وہی واجب بالذات اور وجود حقیقی ہی
اور از روی دلیل عقلی اور کشف جلی کے جو مرتبہ حقیقیہ اور تا صل ذاتی اور لطائف مطلقہ
مستجمع اوسمیں ہی مستثنی واقع ہوا رفع اور نصب اوسکا دونوں اس ترکیب میں درست ہی مگر قراءت
مشہورہ قران شریف کی رفع ہی لیس یہہ محاورہ ایسا متر ہی جیسا کوئی اون شخصوں کے ذکر میں کہ
واسطہ مثلا قوت غضب اور شہوت کے افراط کو ہی محمود بنا لیتے ہیں کہے کہ لا محمود الا اللہ و
تو یہہ کہنا اوسکا خلاف محاورہ عربی کے نہیں ہی اور اوسکے معنی یہہ نہیں ہیں کہ اور اللہ کا مرتبہ بھی
عین مرتبہ اوسط کا ہی بالجملہ کلمہ طیبہ میں الٰہ کا لفظ مصدر ہی بروزن فعال بمعنی مفعول
یعنی مالوہ اور جو چیز جس کسی کی معبود ہو گی وہ الہ کہلا ئیگی اوسکے عقیدہ اور اعتقاد کی راہ سے
اور نہایت ظاہر اور بہت کھلی ہوئی ہی یہہ بات کہ جو قوم جس چیز کو اپنا معبود جانتی ہی
نہو صرف ان معنوں سے نہیں جانتی کہ بعضے لوگ اوسکی عبادت کرتے ہیں یہانتک کہ
اگر کوئی اوسکی عبادت نکرے تو معبودیت اوسکی جاتی رہی بلکہ معبودیت اوسکی اونکی نزدیک
بمنزلہ مقتضای ذات کے اوسکی ہوا کرتی ہی لیکن یہان سے بخوبی ثابت ہوتا ہی کہ الہ کا لفظ
اہل زبان کے عرف میں مفعولیت کے معنوں سے منقول ہو کر بمعنی مستحق عبادت ہو گیا ہے یعنی
منقول اصطلاحی متکلمین توحید وجودی کا نہیں ہی بلکہ منقول عرفی ہی اور اسیواسطے از روی
محاورہ قران شریف کے ظاہر ہی کہ جہان کہیں سوای اللہ سبحانہ کے اور کسیکی الوہیت کا ذکر
کلام مجید میں واقع ہی یعنی مثلا اسطرح بولا گیا کہ فلانی چیز معبود فلانی قوم کی ہی یا انہون نے
اسکو معبود ٹہیرایا ہی تو اوسکے معنی یہہ ہیں کہ اونکے اعتقاد میں وہ چیز مستحق عبادت
ٹہیری ہی جیسا فرمایا اتخذوا من دون اللہ الہۃ ای جعلوہم فی زعمہم
ارباب استحقاق العبادۃ یعنی ٹہیرایا ہی انہون نے اپنے نزدیک اونکو مستحق عبادت

اور چونکہ اہل لغت کا کلام ... ہوتا ہی یعنی اسطرح بولا گیا کہ فلان غیر معبود نہین تھی اگر
معبود ... اسکے معنی یہہ ہوئے ہین کہ اندری واقع اور نفس الامر کے مستحق عبادت
نہین ... فرمایا لوکان فیہما آلہۃ الا اللہ لفسدتا یعنی لات وعزی اگر درواقع
مستحق عبادت ہوتے تو جہنم مین نجاتے اور ہر ذی شعور جانتا ہی کہ الہ کا لفظ اگر
عرفی معنی مستحق عبادت ہوتا اپنی معقولیت کے معنون پر ہے تو آیت موصوفہ کے معنی نہین
بن سکتے اور جبکہ ایک جگہ یہ دعوت مشرکین مین الہ کا لفظ قران شریف مین اسطرح
بر واقع ہوا کہ سوائے مستحق عبادت کے معقولیت کے معنی نہین بن سکتے تو کلمہ طیبہ مین بھی
لفظ کا معقولیت کی معنون پر ہونا قطعی نہ رہا برین تقدیر الہ کے معنی کلمہ طیبہ کے جو بنا پر
معنی معقولیت کے ہونگے منجملہ ضروریات دین کے نہین ہوسکتے اور تکلیف عام شرعی اوسکی
لیے نہین ہوسکتی اور یہہ کہ سوا اللہ تعالی کے کوئی مستحق عبادت نہین ہی خود بالاتفاق
امر قطعی ہی اور تصدیق اوسکی ضروریات دین سے ہی سبکے نزدیک لیکن کلمہ موصوفہ کی نسبت یہہ
کہنا کہ اسی واسطے یہہ کلمہ مقرر کیا گیا ہی کہ سب لوگ علی العموم توحید وجودی کے قائل ہوجاوین صریح
خلاف اکثر اہل اللہ مشایخ اور ائمہ فنون ادبیہ اور تمام متکلمین اور فقہا اور محدثین کے ہی
سلفا وخلفا شرقا وغربا اور جو امر ایسا ہی وہ ازروے اصول دین کے قطعی نہین ہوسکتا
اگرچہ توحید وجودی فی نفسہ برحق ہی اور علمہ حال مین کچھہ کلام نہین ہی جو شخص قاعدہ پر
علم ظاہر ایسی بات کہیگا اوسپر اعتراض ہی اور جو کوئی بطور تفسیر بطن قران یا استنباطا
النص خفی کلمہ موصوفہ سے توحید وجودی کا مسئلہ نکالے اوسپر کچھہ اعتراض نہین ہوسکتا
القصہ معنی کلمہ طیبہ کے بقدر ضرورت تکلیف عام یہہ ٹھہری کہ ماسوائے خدای تعالی کے
فی الواقع کوئی مستحق اس قسم کی تعظیم کا نہین ہی کہ جو خدائی کی بابت ہین کل ماسوا کے

اور انکے کہنے مین نہین رہتی اور مشکوٰۃ شریف مین حدیث ہی کہ ایک صحابی مین بار
می خواری مین پکڑے گئے اور مار کھائی تیسری بار مین اور ایک صحابی نے اونپر طعن کی
جناب شفیع المذنبین نے طعن کرنیوالے کو ڈانٹا کہ اونپر امت کہو وہ محب ہے اللہ اور رسول کی محبت رکھتا
اور مشکوٰۃ شریف مین بعض صحاح کی حدیث لکھی ہی کہ ایکبار آنحضرت صلعم نے حضرت سیدالاولیا کو
نماز کے لیے سوتے سے اوٹھایا وہ نماز کے لیے نہ اوٹھے اور کہا کہ تیرا ہوا الحب تیرا ہلکا تیری دین کے لیے
حالانکہ محبت علی مرتضیٰ کی آنحضرت صلعم کے ساتھ جیسی تھی ویسی سب پر ظاہر ہی بالجملہ بخاری
شریف کی حدیث مین غور کرنیکی یہہ بات ہی کہ حضرت عمر کے قول مین کل شئی کا لفظ وارد ہی
یعنی سواے اپنی جان کے ہر چیز سے زیادہ مین آپ کو چاہتا ہون نہ یہہ کہ سواے اللہ تعالی اور اپنی
جان کے اور اللہ کے استثنا کرنے پر پیغمبر خدا صلعم نے کچھہ مواخذہ نکیا اور بہت اشکار اور ظاہر ہی
یہہ بات کہ جان سے زیادہ پیار ہونیکا وہ مرتبہ ہی کہ اوس سے زیادہ اور کوئی مرتبہ ہوا فوق
طاقت بشر ہی جسپر تکلیف شرعی کا ہی نہین نکل سکتا ہی سوا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ
و سلم کے ساتھہ محبت رکھنا عین محبت اللہ تعالے کے ساتھہ رکھنا نہوتا تو بقول وہابیہ کے
[illegible] خدا اللہ سے جیسی ہوتی اور شرک کی جڑ اللہ تعالی قران شریف مین انسبت مشرکین
کے فرماتا ہی ومن الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ
اور جب کہ محبت رسول اللہ صلعم کی عین محبت الٰہی ٹہری تو بمقتضای حدیث متواتر المعنی
من کنت مولاہ فعلی مولاہ کہ جسکی صحت پر تیس ۳۰ صحابیون نے گواہی دی یعنی فرمایا
رسول الثقلین علیہ الصلوٰۃ والسلام نے لاکہ آدمیون سے زیادہ کے سامنے کہ جسکا مین محبوب ہون
اسکا علی بھی محبوب ہی محبت علی بن ابیطالب سلام اللہ علیہ وعلی اعقابہ کی بخصوصیت انکی
ذات کے بہ نسبت ساری امت کے فرض عین اور عین محبت رسول اللہ صلعم کی ٹہری اور ہمارا یہہ

لفظ سے اس حدیث میں سلطان یعنی صاحب ولایت ظاہریہ مراد لینا صحیح نہیں ہو سکتا
جب تک معاذ اللہ جناب اسد اللہ الغالب اور بھی اسی طرح بقیہ ائمہ اثنا عشر علیہم السلام کی نسبت یہ بھی
نہ کہا جائے کہ وہ اس خوف سے کہ کہیں دنیا کے آرام و چین نہ جاتی رہے جھوٹی حدیثیں بنایا
کرتے تھے اور جھوٹے مسئلہ دین کی تعلیم کیا کرتے تھے یا یہ کہ اونکی شریعت اور تھی اور
شریعت محمدیہ اور تھی حالانکہ یہ دونوں باتیں بالاتفاق باطل ہیں پس مولیٰ سے سلطان
ظاہری مراد لینا باطل ٹھہرا اور بمعنی امام مصطلحہ امامیہ کے مولیٰ کے معنی از روی لغت
عرب کے کہیں معلوم بھی نہیں ہوتے اگر ہوتے بھی تو اون دونوں قباحتوں کی جہت سے
یہاں نہیں درست ہو سکتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے
إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
وَهُمْ رَاكِعُونَ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ
الْغَالِبُونَ اس سے ظاہر ہے کہ عوام الناس کو چاہیے کہ خواص مومنین کو اپنا ولی
ٹھہراویں اور ولی کے معنی موضح القرآن میں جیسے مددگار ہی ویسا ہی کہیں لکھا ہی
حمایتی اور کہیں رفیق اور اسکے معنی کارسازی کے بھی ہیں اور مولیٰ کے معنی بھی
مددگار ہیں پس ثابت ہوا کہ علی العموم اولیاء اللہ کو اپنا محبوب اور مددگار اور کارساز
قرار دینا چاہیے اور خصوصاً علی ابن ابی طالب کو جنکی ولایت کی گواہی رسول اللہ صلعم
دی اور ناصر اور کارساز کے معنی یہہ ضرور نہیں کہ ہاتھ پاؤں سے مددگاری ہو بلکہ
وہ بھی مراد ہو سکتی جو مولانا روم اوسی حدیث کے معنوں میں فرماتے ہیں بیت
کیست مولیٰ آنکہ آزادت کند ٭ بند رقیت ز پایت برکند ٭ یعنی ماسوا اللہ سے آزاد ہونا
جسکا نام ولایت کبری اور امامت عظمی ہی اگر از روی کشف اہل مکاشفہ بہم پہنچتی ہے

متعلق انہیں سے ہے تمام جنکو اہل کشف نے سید الانبیا کہا ہی یعنی رسول اللہ صلعم کی غرض
حدیث غدیر سے وہ تھی جو صوفیہ نے سمجھا یعنی علی ابن ابی طالب کو علی العموم مرشد طریقت
جاننا چاہیے نہ صرف یہہ کہ وے بھی مانند اوروں کی واجب المحبت ہیں اور جمہور اہل کشف نزدیک
صدیق اکبر اور فاروق اعظم بھی اونکو ایسا ہی جانتے تھے گو کہ متکلمین اور ارباب سیر اوسکی خلاف
لکھیں اور تمام اصول شریعت یعنی کتاب اور سنت اور اجماع سلف ناطق ہی اس بات پر کہ خاصان
خدا سے محبت عین محبت خدا اور رسول کی ہی پس یہہ جو بعض وہابیہ اور شرح حدیث بخاری کی دیکھ
پیروں کی محبت کو جان اور مال اور اولاد کی محبت کی جنس سے قرار دیکر غیر محبت رسول اللہ کا ٹھہراتے ہیں
محض غلط ہی اور اللہ تعالے قرآن شریف میں فرماتا ہی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ وابتغوا
الیہ الوسیلۃ اور یہ ظاہر ہی کہ واسطے عوام مومنین کے ہمیشہ اور خواص کو ابتدا میں بہتر اور
اور افضل تر ہیں وسیلے اللہ کی طرف وہ عمل ہی جو بالفرض اگر بغیر نیت تقرب الٰہی کے کیا جاے
تو بھی موجب مغفرت کا ہو کیونکہ نماز روزہ حج زکوٰۃ اور جہاد اور امر بالمعروف وغیرہ
اعمال حسنہ میں بغیر نیت تقرب الٰہی کے کچھہ کام کی نہیں اور احادیث صحیحہ سے ظاہر ہی کہ
مصاحبت اہل اللہ کی اگرچہ بلا قصد اور بلا نیت تقرب الٰہی کے ہو تو بھی آدمی شقاوت
سے بچ جاتا ہی اور مورد مغفرت الٰہی ہو جاتا ہی سو متوسطین نے اسکا الٹا کیا وسیلہ
اعلیٰ اور افضل کو ہیچ پوچ ٹھہرایا ہاے تعجب ہی کہ بعض اہل علم صاحب تشخیص ازراہ تشدد
عدو ونہ ارباب طریقت کو واسطہ تکمیل نفس کے کافی جانتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ جو اسکو ادنیٰ کتاب ہو سے
دریافت کرلے تو پھر کچھہ حاجت پیر کی نہیں رہتی سبحان اللہ کیا خوب پیر کے معنی سمجھے واہ واہ بلکہ
طریقہ اہل اللہ کا مطلق علم نہیں ہی یا محض عناد ہی پیروی ابن تیمیہ شیخ کی حضرات صوفیہ کی
منظور ہی اتنا نہ سمجھے کہ پیر اوس امر کے لیے ہوتا ہی کہ جو کتاب کے لینے سے ذہن میں نہیں آتا اور

اور اسکے لکھنے سے حاصل نہیں ہوتا ہی بلکہ وہ تقریر و تحریر میں آ ہی نہیں سکتا
اب اس مقام پر مناسب ہوا کہ اولیاء الله کی تعریفیں جو قران شریف اور احادیث صحیح میں
آئی ہیں اور مجھے بسند معلوم ہوئے ہیں بیان لکھی جائیں ۱ قران میں جو تیسویں
سیپارہ کے شروع میں ہی لَهُمْ مَا يَشَاءُونَ عِنْدَ رَبِّهِمْ یعنی وے لوگ جو کچھہ چاہیں
خداوند تعالی کے پاس اونکے لیے موجود ہی اور اس آیت کے سیاق و سباق میں عاقبت کا ذکر
نہیں ہی پس معلوم ہوا کہ دونوں جہان میں اونکے لیے سب کچھہ موجود ہی چنانچہ صحیح حدیث
قدسی میں آیا ہی ایسے شخص کی تعریف میں لَئِنْ سَأَلَنِي لَأُعْطِيَنَّهُ یعنی اگر مجھسے
مانگے تو خواہ مخواہ مقرر مقرر اوسکو دون لیکن حال انکا وہ ہی جو کسی بزرگ نے فرمایا
رباعی انکہ ترا شناخت جان راچہ کند فرزند و عیال و خانمان راچہ کند دیوانہ کنی ہر دو
جہانش بخشی دیوانہ تو ہر دو جہان راچہ کند ۲ قران شریف میں ہی کہ وے لوگ
لشکر میں خداوند تعالی کے اور وہی ہیں غالب رہنے والے چنانچہ بعض احادیث سے ظاہر ہی
کہ وے آب و آتش و ہوا اور سنگ و آہن پر بھی غالب ہیں اس مقام سے علی ابن ابی طالب کو
اسد الله الغالب کہتے ہیں یہ وصف علی العموم اولیاء الله کا قران و حدیث میں وارد ہی چہ جائے
سید الاولیا کا جنکی ولایت کی رسول الله صلی الله علیه وسلم نے گواہی دی اور وہابیہ اس لقب کو
شرک قرار دیتے ہیں معاذ الله من ذلک انہیں لوگوں یعنی اولیا کے حق میں سعدی فرماتے ہیں
بیت گروہی عاقلان و عزلت نشین قدمہای خاکی دم آتشین بیک نالہ کوہی ز جا بر کنند
بیک نعرہ شہری بہم بر زنند + اور حافظ فرماتے ہیں قطعہ بر در میکدہ رندان
قلندر باشند کہ ستانند و دہند افسر شاہنشاہی خشت زیر سر و بر تارک ہفت اختر
پای دست قدرت نگر و منصب صاحب جاہی ۳ قران شریف میں ہی جو کوئی او نکا

نسبت تیری بات لہٰذا کہئے اسپر تیری مار پڑے اور حدیث قدسی میں آیا ہی کہ جسنے
میرے ولی سے عداوت کی اوس سے کہتا ہوں کہ مجھ سے لڑائی لڑی چنانچہ مولانا روم فرماتے ہیں
ابیات چون خدا خواہد کہ پردہ کس درد میلش اندر طعنہ پاکان برد ہیچ قومی را خدا
رسوا نکرد تا دل مرد خدا نامد بدرد + اور حافظ فرماتے ہیں فرد بس تجربہ کردیم
درین دیر مکافات با دردکشان ہر کہ درافتاد برافتاد ۴ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ
فرماتا ہی شیطان کو انپر غلبہ نہیں ہوتا اور جب وہ انہیں چھوتا ہی تو اوسے
دیکھ لیتے ہیں ۵ اونکے دلمیں حق و باطل کی تمیز رکھی ہوئی ہی اللہ تعالیٰ اونکی
برائیونکو بھلائیان کردیتا ہی اگرچہ یہ آیت توبہ کرنیوالونکی شان میں ہی مگر انپر کبھی
جیسے بعض اوقات بعض بات ایسی صادر ہوتی ہی کہ اوروں سے ہو تو گناہ ٹھہرے مگر اونکی نسبت
وہ گناہ نہیں ٹھہرتی یہ آیت صادق آتی جیسا مولانا روم فرماتے ہیں بیت
ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملی ملت شود + اور فرماتے ہیں بیت
ور بگوید کفر دارد بوی دین آید از گفت شکش بوی یقین + علی مرتضیٰ نے نماز
عصر کی عمداً قضا کی اسپر معجزہ رد الشمس کا واقع ہوا اور کرامت علی مرتضیٰ کی ثابت ہوئی
انس بن نضر نے سواجرہ رسول اللہ کے مقابلہ حکم کتاب اللہ دانت کے قصاص سے بقسم انکار کیا
اسپر آخرکار آنحضرت نے اونکی ولایت کبری کی گواہی دی حضرت موسیٰ نے ملک الموت کو
مارا اسپر ہزاروں برس کی زندگانی کی ایک پروانگی ہوئی حضرت ابراہیم علیہ السلام قوم
لوط کی بابت اللہ تعالیٰ سے لڑے اسپر اونکو لوط کے بچانیکا مژدہ ملا رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے فرمایا جسکے حق میں بشریت کی راہ سے میں کوئی کلمہ کہتا ہوں جس سے بددعا
نکلتی جاتی ہی وہ اوسکے حق میں بھلائی ہوتی ہی اور اوس بات کے معنی ایک اور رکھے ہیں

جو شیخ اکبر نے فتوحات میں فرماتے ہیں یعنی یہہ بیان ہی اوس مرتبہ کا جو اہل
بدر کی نسبت مخصوص ہوا کہ جو چاہو سو کرو سب میں نے معاف کیا سو اگرچہ یہہ رتبہ غیر اہل
بدر کے لیے قطعاً نہیں ہو سکتا مگر احتمالاً اور اوروں کے لیے بھی یہہ رتبہ ہو سکتا ہی اگرچہ ذرا الفضل
سیاستہً غیر مکلف کوئی نہیں ٹھہر سکتا ۷ قران شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہی
اونسے جھک کر ملا کرو یعنی تواضع سے پیش آیا کرو ۸ سنت رسول کو جانا ہی کہ اونکو اپنا دلی یعنی
حمایتی اور رفیق محبوب اور مددگار اور کارساز ٹھہرا دین چنانچہ اسکے بیان میں مولانا روم
فرماتے ہیں **ابیات** یار غار است کہ تا غالب شوی یار مغلوبان مشو ہین ای غوی
دامن او گیر زودتر بیگمان تا رہی از آفت آخر زمان مہربانان در میان جان نشان دل
الا بہ دل خوشان خاک شو مردان حق را زیر پا خاک بر سر کن حسد را ہمچو ما اور حدیث
صحیحہ میں آیا ہی کہ جو اونسے محبت رکھیگا وہ قیامت کے دن کہیں یہہ نہوگا زیر سایہ عرش کے
اور جو اونکی پاس اونکی باتیں سننے کو بیٹھے ہو جاتی فرشتے اوسکے قدموں کے تلے پر بچھاتے ہیں
۹ قران شریف میں فرمایا [illegible] حق میں گواہ ہیں اسکی تفسیر حدیث
یوں آئی ہی کہ جسکے حق میں کہیں کہ اچھا شخص ہی خدا اسکے نزدیک وہ اچھا ہی [illegible]
اور جسکے حق میں کہیں کہ برا ہی وہ برا ٹھہرے ۱۰ اونکو اور جبرئیل کو اپنے
ساتھہ ملاکر خداوند تعالی نے اپنے رسول کا مولی فرمایا ۱۱ تجلی الہی جو اولیا میں
ہوتی ہی اوسکو قران شریف میں فرمایا جیسے سینے کے برتن مثلاً فانوس یا قندیل میں
چراغ کی مانند اوس شعلہ آتش کے ہوئے جو حضرت موسی کو شجرہ وادی مقدس میں نظر آیا
اور اوسی سے انہوں نے اپنے رب موسی سے آواز سنی اِنّی انا اللہ لا الہ الا انا
اور زیادہ بیان اوسکا حدیثوں میں یوں آیا ہی کہ اللہ تعالی فرماتا ہی کہ میں اونکی سنوائی ہو جاتا

کہ اوسکی وہ سنتے ہین اور مین اوسکی بینائی ہوجاتا ہون کہ اوس سے وہ دیکھتے ہین
اور اونکے ہاتھ ہوجاتا ہون کہ اوس سے پکڑتے ہین اور اونکے پانون ہوجاتا ہون کہ اوس سے وے
چلتے ہین اور بعض روایت مین یہہ بھی آیا ہی کہ مین اونکی زبان ہوجاتا ہون کہ اوس سے
وے بولتے ہین اور یا اونکا دل ہوجاتا ہون کہ اوس سے وے سمجھتے ہین اور آور احادیث صحیحہ مین
آیا ہی کہ قیامت کو اللہ تعالی فرماویگا کہ مین بیمار ہوا تم میری اعادت کو نہ آئے بندے عرض کرینگے
کہ تو بیماری سے منزہ ہی اللہ تعالی فرماویگا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا اگر اوسکی اعادہ کو تم
جاتے تو مجھے وہان پاتے اور اسی طرح اونکے کہانا مانگنے کو اپنا کہانا مانگنا اور اونکے پانی مانگنے کو
اپنا پانی مانگنا فرمایا جیسا اہل بیت رسالت کربلا مین پانی مانگتے تھے اور فرماتے تھے اما من
مغیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ یہہ ویسی مانگنا ہی
جیسا اللہ تعالی قران شریف مین قرض مانگتا ہی وَ اَقرِضُوا اللہَ قَرضاً حَسَناً اور مدد مانگتا ہی
اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرکُم ۱۲ اور چونکہ قران شریف مین اونکی تعریف کی بات
سنتے ہین اور اچھی طرح عمل مین لاتے ہین آور بعضا اون باتون کے یہہ بھی رسول اللہ
فرمایا کرتے تھے کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلَاقِ اللہ پس معلوم ہوا کہ اولیا اللہ کی عادتین عادات
الہیہ ہوجاتی ہین جیسا شیخ اکبر نے لکہا ہی کہ انسان کامل مین تمام صفات الہیہ سوا اونکی
لالی آخرہا آجاتی ہین مگر صرف بی نیازی کہ وہ نہین ہو سکتی ۱۳ رسول صلعم نے
فرمایا کہ خدا ایسے قسم کہاتے ہین کہ فلانی بات یون ہوگی تو خواہ مخواہ خدا اونکی قسم
پوری کرے ۱۴ کعبہ سے وہ افضل ہین ۱۵ مچھلیان دریا مین اور
چیونٹیان سوراخون مین اونکے لیے صلوات اللہ مانگتی ہین ۱۶ اونکے مرنے پر زمین
آسمان روتا ہی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از وقوع واقعہ شہید کربلا کے

حال پر رو سے کسی بعد وقوع واقعہ کیونکہ اونپر رونا بدعت شہر یکا اور مصیبت
دنیویہ کو بار بار یاد کرنا اور وقار ہین مار کر رونا اور اوسکا بیان کرنا جیسے نوحہ
کہتے ہین البتہ منع ہی نہ کہ محبوب محبوب رب العالمین کی مظلومی سے کر رونا کہ عین
سنت رسول اللہ ہی ۱۷ اوسکا پاس بلا قصد اور بغیر نیت تقرب الی اللہ
بیٹھنے والا شقی نہین ہونے پاتا اور مغفرت اللہ سے محروم نہین رہنے پاتا اسکا
بیان اوپر ہو چکا اسیواسطے مولانا روم فرماتے ہین ۵ بندہ یک مرد صاحبدل
شوی بہ کہ بر فرق سر شاہان روی یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سالہ
بود طاعت بے ریا گر تو سنگ و صخرہ و مرمر شوی گر بصاحبدل رسی گوہر شوی سایہ
تیر دان بود بندہ خدا مردہ این عالم زندہ خدا دست زن در ذیل صاحبدل
ہا ای اکرم ہستی یا الٰہی نعمتی + ختم بالخیر در سنہ ۱۲۷۲ ہجری

بمطبع اسعد الاخبار اگرہ

کہ اوسکی وہ سنتے ہیں اور میں اوسکی بینائی ہو جاتا ہوں کہ اوسی سے وہ دیکھتے ہیں
اور اوسکے ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ اوس سے پکڑتے ہیں اور اوسکے پانون ہو جاتا ہوں کہ اوسی سے وہ
چلتے ہیں اور بعض روایت میں یہہ بہی آیا ہی کہ میں اوسکی زبان ہو جاتا ہوں کہ اوسی سے
وہ بولتے ہیں اور اونکا دل ہو جاتا ہوں کہ اوسی سے وہ سمجھتے ہیں اور اور احادیث صحیحہ میں
آیا ہی کہ قیامت کو اللہ تعالی فرماویگا کہ میں بیمار ہوا تم میری عیادت کو نہ آے بندے عرض کرینگے
کہ تو بیماری سے منزہ ہی اللہ تعالی فرماویگا کہ میرا فلانا بندہ بیمار ہوا اگر اوسکی عیادۃ کو تم
جاتے تو مجھے وہان پاتے اور اسی طرح اوسکے کہانا مانگنے کو اپنا کہانا مانگنا اور اوسکے پانی مانگنے کو
اپنا پانی مانگنا فرمایا جیسا اہل بیت رسالت کربلا میں پانی مانگتے تہے اور فرماتے تہے اما من
مغیث یغیثنا لوجہ اللہ اما من ذاب یذب عن حرم رسول اللہ یہہ ویسی مانگنا ہی
جیسا اللہ تعالی قران شریف میں قرض مانگتا ہی وَاَقرِضُوا اللہَ قَرضاً حَسَناً اور مدد مانگنا ہی
اِن تَنصُرُوا اللہَ یَنصُرکُم ۱۲ اور چونکہ قران شریف میں اوسکی تعریف کی بات
سنتے ہیں اور اچہی طرح عمل میں لاتے ہیں آدمی جملہ اون باتون کے یہہ بہی رسول اللہ صلعم
فرمایا کرتے تہے کہ تَخَلَّقُوا بِاَخلاقِ اللہ پس معلوم ہوا کہ اولیاء اللہ کی عادتین عادات
الہیہ ہو جاتی ہیں جیسا شیخ اکبر نے لکہا ہی کہ انسان کامل میں تمام صفات الہیہ میں اونہا
الی آخرہا آجاتی ہیں مگر صرف بے نیازی کہ وہ نہیں ہو سکتی ۱۳ رسول صلعم نے
فرمایا کہ خدا ایسی قسم کہاتی ہیں کہ فلانی بات یون ہوگی تو خواہ مخواہ خدا اوسکی قسم
پوری کرے ۱۴ کعبہ سے وہ افضل ہیں ۱۵ مچہلیان دریا میں اور
چیونٹیان سوراخون میں اوسکے لیے صلوات اللہ مانگتی ہیں ۱۶ اونکے مرنے پر زمین و
آسمان روتا ہی جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قبل از وقوع واقعہ شہید کربلا کے

حال پر رونے کے بس بعد وقوع واقعہ کیونکر اون پر رونا بدعت شمیر ہیگا اور مصیبت
دنیویہ کو بار بار یاد کرنا اور قرار ہیں مار کر رونا اور اوسکا بیان کرنا جیسے نوحہ
کہتے ہیں البتہ منع ہی نہ کہ محبوب محبوب رب العالمین کی مظلومی سے کر رونا کہ عین بھی
سنت رسول اللہ ہی ۱۷ اور کہ پاس بلا قصد بغیر نیت تقرب الی اللہ
بیٹھنے والا شقی نہیں ہونے پاتا اور مغفرت اللہ سے محروم نہیں رہنے پاتا اسکا
بیان اوپر ہو چکا اسیواسطے مولانا روم فرماتے ہیں ۵ بندہ یک مرد صاحب دل
شوی بہ کہ بر فرق سر شاہان روی یک زمانہ صحبتے با اولیا بہتر از صد سال
بو عنف با تقا گر تو سنگ وصخرہ و مرمر شوی کر بصاحب دل رسی گوہر شوی سایہ
نیز دان بود بندہ خدا مردہ این عالم زندہ خدا دست زن در ذیل صاحب دلی لینے
تا اکرمشہ بیا ببی نعمتی + ختم بالخیر در سنہ ۱۲۷۷ ہجری

مطبع سعد الاخبار اگرہ

الحمد لله که این رساله شریفه مفید خاص و عام مسمی به
عجالهٔ نافعه
۱۲۶۷ھ
در تحقیق معنی بدعت سیئه در مطبع نگین مطبوع گردید
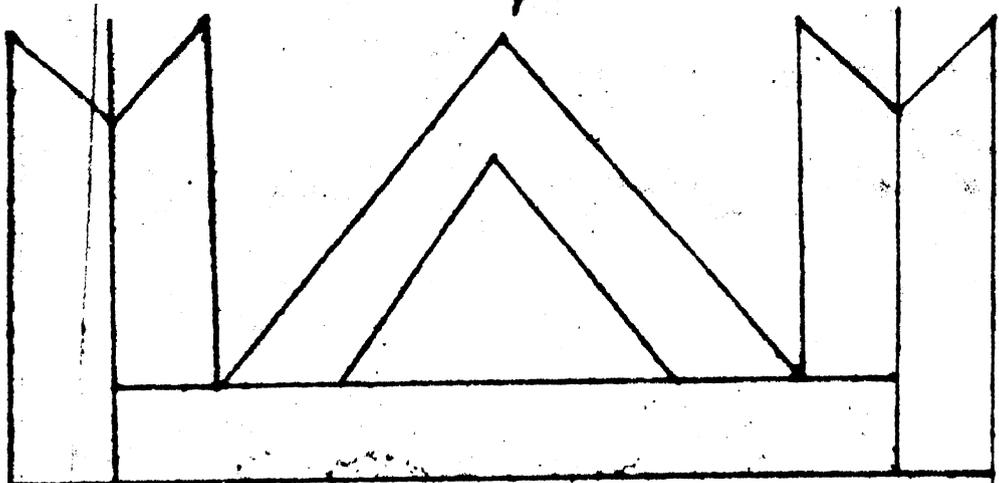
بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله الولی والصلوة والسلام علی نبیه افضل النبیین وآله الطیبین واصحابه الطاهرین وازواجه امهات المؤمنین

اما بعد این سطور چند در بیان حد بدعت و بعض فوائد مناسبه حسب استدعای بعض طالبان حق و سالکان راه صدق بحیطهٔ تحریر درآمده تا در امتیاز بدعت از سنت مرید صادق و طالب راه حق را بصارت کامله و منفعت غنیمه حاصل شود امید از ناظران این عجالهٔ نافعه اینکه در حق کاتب بی بضاعت بازدیاد نور ایمان و اتباع سنن حضرت سید الانس والجان علیه وعلی آله من الصلوات اتمها ومن التحیات اکملها واجتناب از بدعت از جناب حضرت واهب العطایا جل شانه دعا فرمایند والله ولی التوفیق

التوفیق و بیده ازمۃ التحقیق **بدعت** در لغت بمعنی نو پیدا است و در عرف شرع معنیش اینکه پیدا کرده شود در اسلام و دین چیزیکه یافته نشود سند و دلیل آن از کتاب و سنت و اجماع امت و قیاس مجتهد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا ما لیس منہ فھو رد قال الطیبی فی حاشیۃ مشکوٰۃ المصابیح فی شرح الحدیث المروی المتفق علیہ ای فی الاسلام ما لم یکن لہ من الکتاب والسنۃ سند ظاہر او خفی او مستنبط فھو مردود علیہ یعنی احداث فی الاسلام که مراد از کلمه امرنا ہذا است بغور تمام ملحوظ خاطر باید داشت تا با دراک آن افراد بدعت از غیر آن ممتاز کرده و اختلاط یکی بدیگری نشود و پس بدانکه مراد از امر که منسوب بآن حضرت است صلی اللہ علیہ وسلم اموری که متعلق رضا و سخط و مستوجب مدح و ذم عند اللہ تعالی باشند یعنی در فعل و ترک آن رضا و سخط او تعالی و تقدس متعلق شود و فاعل او مثاب و تارک او ملام گردد پس چیزی که حادث شود یعنی ہیچ دلیلش از دلائل شرعیہ یافته نشود و فاعل آنرا من جملہ دین یعنی مستوجب ثواب و خشنودی او تعالی شانہ شمارد ہمان چیز بدعت است و مورد ضلالت و مردودیت فاعل آن

فی ترکیب ضلالت و ہمین چیزیست کہ آن حضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرمودہ اند
شر الامور محدثاتها وکل بدعة ضلالة الی اخرہ حالیا باید دانست کہ در حد
بدعت دو قید ماخوذ ست یکی آنکہ آن فعل نو پیدا و محدث یعنی بلا دلیل
از دلایل شرعیہ بود دیگر آنکہ فاعل آنرا موجب قرب و منزلت و خشنودی
او تعالی سبحانہ شمارد چنانچہ آن امور کہ در کتاب و سنت صراحۃ موجود اند
و ادای آنرا موجب رضا و خشنودی او تعالی شانہ می شمارد ہمچنین این
امر محدث را از قبیل امور دینیہ میدانند پس چیزیکہ ماخذ آن در کتاب و سنت
موجود ست یا باجماع امت یا بقیاس مجتہد ثابت گشتہ آنرا بدعت نباید
گفت باید دانست اشیائی کثیرہ و امورات متعددہ کہ در بادی
رای بسبب غفلت از قیود بدعت شبیہ بہ بدعت گشتہ اند تفصیل آن موجب
اطناب منافی اختصار این عجالہ نافعہ دانستہ بر اشیای معدودہ اکتفا
رفتہ و باقی افراد را بر تمیز فہم زکی حوالہ نمودہ شد منجملہ آن مسائل اجتہادیہ
کہ در بادی رائی ناقص شبیہ بامور محدثہ مینمایند و چگونہ مسائل اجتہادیہ
را بدعت توان گفت حال آنکہ اصول و ماخذ آنہا در کتاب و سنت موجود
یعنی آنچہ در کتاب و سنت موجود و مشمول بود و بسبب دقت و خفا در نظر

در نظر عوام مخفی و محتجب بود و فهم هر کس بآن نمیرسید علما رضی الله تعالی
عنهم بقاعده شرعیه استنباط نموده تبیین فرمودند و تشریح نمودند نه آنکه
مجتهدین از نفس خود ایجاد و احداث نموده اند و از اینجاست که قیاس مظهر
است نه مثبت پس مسائل مستنبطه را بدعت گفتن محض نادانی ست
من جمله آن تصنیف کتب دینیه و تالیف حدیث و ترتیب کتب فقهیه بر
فصول و ابواب برای تسهیل طلاب و تعریب کلام مجید بنابر صون از غلطی
اعراب دادن بما
عوام الناس خصوص اعاجم که بجهل خود الفاظ قرآن را از کجا تا کجا خوانده
رسانیده این همه از مستحسنات شرعیه اند چرا که مفید حفظ دین اند و آن مقدم
تر و من جمله آن نماز تراویح با جماعت در لیالی رمضان شریف که بعض
عوام بدعت میگویند و در حقیقت سنت آنحضرت صلی الله علیه وسلم است
که سه شب بنفس نفیس با جماعت اقامت فرمودند و در ترک آن در بقیه
لیالی عذر خوف فرضیت آن بر امت بیان فرمودند و تحریص و ترغیب که
بر قیام لیالی رمضان امت را فرموده اند بر متتبع کتب حدیث پوشیده نیست
عَنْ زَیْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اتَّخَذَ
حُجْرَةً فِي الْمَسْجِدِ مِنْ حَصِیْرٍ فَصَلّٰی فِیْهَا لَیَالِيَ حَتّٰی اجْتَمَعَ عَلَیْهِ نَاسٌ

ثُمَّ فَقَدُوْا صَوْتَهٗ لَيْلَةً وَظَنُّوْا اَنَّهٗ قَدْ نَامَ فَجَعَلَ بَعْضُهُمْ يَتَنَحْنَحُ
لِيَخْرُجَ اِلَيْهِمْ فَقَالَ مَا زَالَ بِكُمُ الَّذِيْ رَاَيْتُ صَنِيْعَكُمْ حَتّٰى خَشِيْتُ
اَنْ يُكْتَبَ عَلَيْكُمْ وَلَوْ كُتِبَ مَا قُمْتُمْ بِهٖ فَصَلُّوْا اَيُّهَا النَّاسُ فِيْ
بُيُوْتِكُمْ فَاِنَّ اَفْضَلَ صَلٰوةِ الْمَرْءِ فِيْ بَيْتِهٖ اِلَّا الصَّلٰوةَ الْمَكْتُوْبَةَ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ
مروی ست از زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
یک حجرہ از بوریا در مسجد درست فرمودند پس دران حجرہ چند شب نماز را
گذرانیدند تا آنکہ اجتماع کردند مردمان پس یکشب آواز آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نیافتند دانستند کہ شاید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخواب اند
برای برآمد تنحنح میکردند پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمود کہ من عمل شما
می دیدم ترسیدم کہ بر شما فرض شود و اگر فرض کردہ شود اقامت آن از شما
نخواہد شد پس ای مردمان نماز اندرون خانہای خود بخوانید البتہ نماز مرد
در خانہ افضل ست مگر نماز فرض وَ فِي الْمِشْكٰوةِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ
قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُرَغِّبُ فِيْ قِيَامِ
رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ اَنْ يَّاْمُرَهُمْ فِيْهِ بِعَزِيْمَةٍ
فَيَقُوْلُ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيْمَانًا

واحتسابا غفر له ما تقدم من ذنبه بود رسول الله
صلی الله علیه وسلم ترغیب میفرمود برای قیام رمضان مگر حکم بعزیمت
ولزوم نمی فرمود ازین بیان لائح و واضح گشت مشروعیت تراویح باجماعت
ونیز ثابت گشت که ترک آنحضرت صلی الله علیه وسلم بخوف فرضیت فقط
برای امت بود و نسبت احداث آن بحضرت فاروق رضی الله تعالی عنه نادانی
صرف است و قاعده اصول است که چون حکم بموجب نص شارع معلل
بعلت باشد نزد ارتفاع آن علت مرتفع میشود همچنین ترک صلوة مذکوره
باوجود ادای آن بجماعت سه شب معلل بخوف فرضیت بود و بعد ارتحال
حضرت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم آن خوف برطرف شد زیراکه وحی
منقطع گشت پس مشروعیت وسنیت آن باصل خود ماند و آنچه حضرت
فاروق رضی الله تعالی عنه خود گفته اند نعمت البدعة هذه معنیش اینکه مواظبت
آن بجماعت واحده چیزی نو پید است که در زمان سرور کائنات صلی الله
علیه وسلم نه بود نه آنکه اصل آن موجود نه بود و بسا چیزها است که بخصوصیات
وهیئت خاصه در زمان کرامت نشان حضرت سرور کائنات صلی الله علیه وسلم
موجود نه بودند لیکن چونکه مرغوب ومرضی شارع علیه السلام وداخل کلیات

و فنیه مستند و اصول آنها ثابت اند آنرا بدعت نتوان گفت چه بدعت همان
است که در شرع هیچ اصل نداشته باشد این سست بنا بر تفهیم متشککین طلاب
اهل سنت و جماعت ورنه بدعت حقیقتش آنست که در شرع هیچ اصل نداشته
باشد و چیزی که از خلفای راشدین و اجماع صحابه و تابعین ثابت شد بحکم
حدیث مشهور ملحق بسنت ست قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ
سُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ مِنْ بَعْدِیْ عَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ
اکثر حضرات شیعه امامیه اثنا عشریه هداهم الله تعالی و ایانا سنت تراویح احداث
عمری می نامند و بدعت میگویند و بر حضرت فاروق رضی الله تعالی عنه طعن
احداث فی الاسلام مینمایند و بر اهل سنت بسبب اتباع امر محدث بزعم خود طعن
میفرمایند و این طعن حضرات عالیات در حق حضرت فاروق بتقریر سابق
یعنی ثبوت تراویح بجماعت از حضرت خاتم الرساله علیه وعلی آله الصلوة والتحیه
و ترک آن بخوف فرضیت شفقة علی الامة و مواظبت اصحاب رضی الله تعالی
عنهم بحکم ارتفاع علت بوجه اتم دفع گردید و در حق اهل سنت باوجود دجال و
باین همه هم میتوان گفت که احداث فاروقی را بر مذاق اهل سنت و جماعت بدعت بد

بدعت گفتن چشم پوشی از مسلک ایشان است زیراکه افعال و اقوال حضرت
فاروق بحکم حدیث مشهور نزد ایشان ملحق بسنت است وچه خواهند گفت حضرات
اثنا عشریه در حق عید غدیر و تعظیم نوروز و ادای نماز شکر روز قتل فاروق رضی
الله تعالی عنه یعنی نهم ربیع الاول و در تحلیل فروج جواری و محروم کردن
بعض اولاد از بعض ترکه که هرگز این چیزها در زمان آنسرور علیه الصلوة والسلام
نبوده و بزعم شیعه ائمه این را احداث کرده اند چون نزد اهل سنت و جماعت
خلفای راشدین بحکم حدیث مشهور مسطور حکم ائمه هدی دارند احداث عمر
رضی الله تعالی عنه بدستور احداث ائمه بدعت نمیدانند و اگر بدعت میدانند
بدعت حسنه میدانند که ملحق بسنت است والحمد لله تعالی علی ما وفقنا باتباع
حبیبه و خلفائه صلی الله علیه و علی آله و اصحابه و من جمله آن لباسهای جدید
و طعامهای لذیذه و مکانهای باوضاع محدثه و هیأت متجدده که در زمان
کرامت نشان باین اوضاع مخصوصه نبودند آنها را داخل بدعت مینمایند
منشاء این اشتباه غفلت از مفهوم بدعت است چه بدعت آنست که احداث
امری کنند و آنرا از امور شرعیه دانند یعنی چیزیکه موجب قرب و رضای الله تعالی
شانه مرفاعل او را و موجب سخط و بعد مرتارک را باشد و برو هیچ دلیلی از ادله

شرعیه یافته نشود مبنای این همه امورات بر عرف و عادت است نه بر دین و ملت

چه عرف بعض بلاد خلاف بعض از بلاد است و همچنین در یک بلد باعتبار

تفاوت ازمنه تفاوت عرف واقع است آری موافقت عادت حضرت سرور

کائنات علیه و علی آله من الصلوات والتحیات اکملها نیز منتج نتائج و مثمر سعادت

و مفید راه مقصود و مُنبی از محبت است وفقنا الله تعالی سبحانه لاتباع حبیبه

سید الکونین و رسول الثقلین و رزقنا حبه و شفاعته یوم الدین صلی الله علیه

و علی آله و اصحابه اجمعین و من جمله آن تعین وضع بعض اذکار و مراقبات

که حضرات صوفیه رضی الله تعالی عنهم اجمعین بنا بر افاده طالبان راه جذب

و سلوک مقرر نموده اند مانند تکرار کلمه طیبه بحبس نفس و رسانیدن بعدد معین

در یک نفس و جلسه دو زانو یا چهار زانو با آنکه تکرار نفس کلمه طیبه راس العبادات

است و فضائل و مناقب آن در احادیث صحیحه ثابت حرف در تعین وضع

خاص است و تعین وضع را بعض ناواقفان بدعت میدانند و این همه

خارج از حد بدعت است زیرا که این اوضاع را کسی از دین و ملت نمی شمارد

یا آنکه فاعل یا تارک آنرا مُثاب و مُلام عند الله تعالی و تبارک داند بلکه از قسم علم

صرف و نحو که برای اقتدار بر ادراک مضامین آیات قرآنی و احادیث حضرت

حضرت سرور کائنات محبوب سبحانی صلی الله علیه وآله وسلم و اطلاع بر محاوره
عرب که اصل دین ما از آنجاست علما استخراج کرده اند باید دانست و یا از قبیل
آلات حرب که بسبب تفاوت زمان و طبائع عقلا آنرا وضع نموده اند و مفید
محاربه با کفار عنید انهما همچنین اشیاء مذکوره را تصور باید نمود که بنابر دفع
وساوس و خطرات که محل توجه الی الله تعالی است نافع و برای حدوث گرمی
قلب مفید است نه آنکه فقط حبس نفس و نشستن دو زانو یا چار زانو مستوجب
قرب منزلت عند الله تعالی است اگر احدی فائده بنفسه اشیای مذکوره را
که از امور آلیه اند از مقاصد شرعیه پندارد بلا ریب در حق او بدعت است همچنین
جمله اوضاع اکتساب را که بزرگان طریقت کثر هم الله تعالی به نسبت بعض
طلاب مقرر فرموده اند قیاس باید کرد اگر فردی از افراد امت را بدون
ارتکاب این اوضاع محض در صحبت عزیزی یا ببرکت اتباع کتاب و سنت
یا محض بموهبت و عنایت خاص او تعالی شانه حالات صحیحه و مقامات سنیه
از فنا و بقا نوازش فرماید و فردی از فیوض قرب ولایت و قرب نبوت بر او معمور
فرموده منصب کمال و تکمیل هم مرحمت فرماید هیچ بعید نه صحبت آن سعید ازلی
را از مغتنمات شمرده ملازمت باید نمود و در استرضای او بذل نفس و مال را

سعادت خود باید شمرد اگرچه وجود این چنین بزرگان بسیار تا در بعد مرور قرون و دهور پیدا میشوند زیرا که درین جز زمان وصول بمقامات جذب و سلوک بدون اختیار طریقی از طرق متعارفه ندرت تمام بلکه حکم عنقا دارد پس اختیار طریقی ازین طرق لازم افتاد لیکن اختیار طریقی که حفظ حدود شرعیه در ان بمرتبه اعلی است ضرور است و آن طریقه نقشبندیه هست پس اختیار آن بسیار اولی و انسب که اقرب الی المقصود است چه این بزرگواران بنا طریقت بر اتباع سنت و اجتناب بدعت نموده اند و احتیاط از فضول مباحات التزام نموده اند و وجد و حال را تابع شریعت داشته اند هر حالی که حاصل شود ببرکت شریعت و اداے سنت حاصل شود معتبر و مقبول و اگر در خلاف آن میسر آید غیر معتبر و نامقبول پس بالفرض اگر از وجد و تواجد هیچ حاصل نشد فقط اتباع سنت و التزام شریعت برای نجات کافی است و نیز حصول مراتب اخلاص که مقصود از سیر و سلوک است بدون اضمحلال نفس صورت نمی بندد و آن موقوف بر مخالفت با نفس است پس در هر راهی که مخالفت با نفس زیاده تر فنای او شتاب تر و ازین معامله مخالفت با نفس درین طریق زیاده تر زیرا که نفس بالطبع مجبول بطغیانی و سرکشی است و خود پسندی عادت او است هر چیزی که موجد طبیعت

طبیعت با ختیار ذات اوست اگرچه از ریاضات شاقه و مجاهدات شدید باشد ترد او سخن
وسهل تر است و انقیاد و اطاعت غیر بالضرور بر او بسیار سخت و گران تر و درین طریق
چون ملا ازبرا تباع سنت و ترک بدعت نهاده اند بر آثار بسیار گران است که فرع خود گذشته تن بعجز
وانقیاد در دهد و مامور و محکوم مولای حقیقی جل جلاله شود پس چون نفس به برکت التقیت اطاعت
گرفت و بنور سنت علی صاحبها الصلوة والتحیه منور گشت تمرد و تر د و با ضمحلال
خواهد آورد و آثار گی را خواهد گذاشت بمراد او را خیال نباید کرد که حقیقت
خلاف شریعت است که سخن جهال و کفر است بلکه همین شریعت است
که در خدمت درویشان رنگ دیگر پیدا میکند چون قلب از تعلق حبی علمی و
که با سوی الله داشت پاک شود و رزائل نفس بر طرف گشته نفس مطمئنة
شود و خلاص بهم رساند شریعت در حق او با مغز شود و دو رکعت او بهتر
از هکله رکعت دیگران باشد و همچنین صوم و صدقه او و این از جهت قوت
ایمان و اخلاص است پس نور باطن پیغمبر صلی الله علیه وسلم را از سینه
درویشان باید جست و ولی در قرآن شریف متقی را فرموده و در حدیث
علامت اولیاء اسفرموده که از صحبت او خدا یاد آید یعنی محبت دنیا در
صحبت او گم شود و محبت حق زیاده گردد منجمله آن تصویر مکانات متبرکه

یعنی تصویر روضه منوره و مسجد مکرمه حضرت سرور کائنات صلی الله علیه
وآله وسلم و تصویر کعبه معظمه و مطاف و زمزم و حرم مبارک و منا و مزدلفه
و عرفات و بیت المقدس و کربلای معلی که اکثر بر کاغذها برای تشخیص امکنه
محدوده و تخیل آن می کشند اگر مقصود همین قدر است خارج از بدعت
است زیرا که از مقصود شرعی نیست و اگر مقصود آنست که فقط صور این امکنه
ساختن از جمله امور مقربه هستند یا بران صور مصنوعه احکام اصل جاری
نمایند البته بدعت سیئه است بلکه در بعض امور شاید منجر بکفر هم شود
چنانچه با تعزیها عوام کالانعام و خواص کالعوام را مراسم معمول گشته
هداهم الله تعالی و نجاهم عن هذه البلاء المهلکه و اشیای کثیره از ممنوعات
شرعیه اند و بتاویل باطل آنرا داخل مکروه مباح میدانند و تارک آنرا ملام
می پندارند منجمله آن افروختن چراغان است بر قبور و پوشیدن قبور
بچادرهای رنگین و طواف گرد اگرد آن با ازدحام و انفراد و امثال آن
اهتمام و شدت اعتنا برین امورات بحدی رسیده که اگر فرض ترک
شود یا جماعت ترک گردد هیچ تاسف و خیال تدارک نیست لیکن روشنی
چراغان بروز معین اگرچه باستقراض باشد و با شد هرگز فوت نشود بنیه

تصویر روضه منوره ... مختصر بیان ... صورت ... بدعت ... است

تنبیہ من جملہ امورات ممنوعہ اعتقاد نحوست وسعادت ایام وشہور ست
کہ اکثر ناخن وسین بلا ابتلا تا آنکہ بدون استفسار از برہمن اقدام بر ہیچ کاری
نمایند صدق قول برہمن کافر چنان باو ذہان شان مرسوخ و مرکوز گشتہ
کہ وحی منزل من السماء و حدیث مروی از حضرت خیر الانبیا صلی اللہ علیہ
وسلم می پندارند نعوذ باللہ منہا خلاف قول برہمن ناگوار و مخالفت خدای
عالم الغیب گوارا و ہمین عقیدہ باطلہ را واللہ تعالی وتقدس در کلام مجید فرقان
حمید جا بجا رد میفرماید **باید دانست** کہ کہانت عرب یعنی اخبار از
کوائن و دعوی معرفت اسرار بچند وجہ بود یکی آنکہ باشیاطین و اجنہ
مناسبت پیدا کردہ بودند و بہمین مناسبت از شیاطین تلقی اخبار
می نمودند و حال شیاطین آن بود کہ باستراق سمع از ملاء اعلی تلقی کردہ
بر امورات صادقہ امورات کاذبہ ضم و الحاق نمودہ القای آن در دلہای
اولیای خود مینمودند و اینہا بمقتضای ریاست بر احباب و رفقای خود
اظہار میکردند پس بقدر صدق صورت آن ظہور می یافت بر کلمہ
صادقہ اعتبار نمودہ معتقد و مخلص اینہا می شدند و باعزاز و تعظیم و ہدایا
وتحف پیش می آمدند و اقوال کاذبہ را اعتبار نمی نمودند فقط و این صورت

استراق را او تعالی شانه در کلام مجید خود جابجا بیان فرموده و در حدیث صحیح هم مذکور است چنانچه منقول خواهد شد و صورت دیگر اینکه دعوی معرفت اسرار مینمودند و استدلال میکردند بمقدمات اسباب از کلام سائل و فعل و حال او چنانچه میگفتند من سروق را میدانم و مکان گم شده را میدانم و امثال آن مدعی این فعل را عراف میگویند و این هر دو صورت را حدیث شریف علی مصدره الصلوة والسلام رد می فرماید عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ سَأَلَ أُنَاسٌ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الْكُهَّانِ فَقَالَ لَيْسُوا بِشَيْءٍ قَالُوْا يَا رَسُوْلَ اللهِ فَإِنَّهُمْ يُحَدِّثُوْنَ أَحْيَانًا بِشَيْءٍ يَكُوْنُ حَقًّا فَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تِلْكَ الْكَلِمَةُ مِنَ الْحَقِّ يَخْطَفُهَا الْجِنِّيُّ فَيَقُرُّهَا فِي أُذُنِ وَلِيِّهِ قَرَّ الدَّجَاجَةِ فَيَخْلِطُوْنَ فِيْهَا أَكْثَرَ مِنْ مِائَةِ كَذْبَةٍ الخ وَقَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَتَى عَرَّافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ لَمْ يُقْبَلْ لَهُ صَلٰوةُ أَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً و این حدیث در مصابیح مذکور است فقط و از اقسام کهانت انتساب حوادث همچو نزول باران و هبوب ریاح و قحط و خصب و سعادت و نحوست و اقبال و ادبار بحرکات کواکب و افلاک و طلوع و غروب ستارها

ستارہا و حرکات کواکب را موثر بالذات دانستن و تمیز کائنات بغرض
اخبار و اقدام بامورات مہمہ و کارہای عمدہ در ایام و ساعات مقررہ
و خلاف آن موجب نحوست و شر عاقبت دانستن کہانت و تنجیم گویند
و این عقیدہ باطلہ را فرقان حمید در آیات محکمہ ابطال میفرماید ھو الذی
ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمتہ و ھو الولی الحمید
ان اللہ عندہ علم الساعۃ و ینزل الغیث و یعلم ما فی الارحام و ما
تدری نفس ماذا تکسب غدا و ما تدری نفس بای ارض تموت
عن زید بن خالد الجھنی قال صلی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
صلوۃ الصبح بالحدیبیۃ علی اثر سماء کانت من اللیل فلما انصرف
اقبل علی الناس فقال ھل تدرون ماذا قال ربکم قالوا اللہ و رسولہ
اعلم قال اصبح من عبادی مومن بی و کافر بالکواکب فاما من
قال مطرنا بفضل اللہ و برحمتہ فذلک مومن بی کافر بالکواکب
و اما من قال مطرنا بنوء کذا فذاک کافر بی مومن بالکواکب
و عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم من اتی کاھنا فصدقہ بما یقول او اتی امراتہ حائضا

اَوْ اَتٰی اِمْرَأَتَهٗ فِیْ دُبُرِهَا فَقَدْ بَرِیَٔ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مشکوٰة نهب فِیْ مَجْمَعِ الْبِحَارِ النَّوْءُ بِفَتْحِ النُّوْنِ وَسُکُوْنِ الْوَاوِ وَهَمْزَةٍ زَعَمُوْا اَنَّ الْمَطَرَ لِاَجْلِ اَنَّ الْکَوْکَبَ نَاءَ اَیْ غَابَ اَوْ طَلَعَ وَمَنْ زَعَمَ اَوْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا فَلَیْسَ مِنْ وَقْتِهٖ وَهُوَ مَعْرُوْفٌ بِنَوْعٍ مِّنْ مَّرَافِقِ الْعِبَادِ

نوء یعنی غروب وطلوع ستاره وعرب را زعم بود که باریدن آب علت آن طلوع وغروب ستاره هست لهذا شارع علیه الصلوات التمهاد من التحیات الکملها روا عتقاد باطل شان فرمود که علت باریدن باران طلوع وغروب ستاره دانستن کفر است لا مؤثر الا الله تعالی یعنی موثر در جمیع اشیاء وموجد آن حق تعالی وتقدس است وممکن وحادث الذات را چه قدرت که ایجاد واحداث ممکن نماید آری اینقدر دانستن که عادت او تعالی شانه جاری است که در بعض اوقات ایجاد بعض اشیا میفرماید منافی شرع نیست چنانچه در ملک هند حشرات الارض در ماه ساون پیدا می شوند وبعد مضی ایام بارش ناپیدا میشوند همچنین چهار ماه مشهور بنا بر نزول باران بطور جری عادت

صلوت معین فرمود و مرافق و منافع عباد با آن متعلق گردانید پس او قات
مذکوره معرف انمذنه الکه مؤثره تمت

خاتم الطبع

سپاس بےقیاس خالق کون و مکان و صلوات بیغایات رسول انس و جان
که رسالۂ عجالۂ نافعہ از افادات جناب ہدایت و ارشاد مآب قدوۃ المشائخین
نخبۃ العارفین سرامد واصلین مقتدای کاملین المنقطع الی اللہ عن الدنیا
وما فیہا والمتبتل الی الحق من النفس و اہلیہا ماحی البدعۃ ومحی السنۃ
سیدنا و مرشدنا و مولانا السید مولوی ابو الحسن النقشبند
مازالت افاضتہ علی المستفیضین وارشادہ علی المسترشدین فی شہر المحرم
الحرام فی السابع والستین بعد الالف والمائتین من ہجرۃ نبی الثقلین پیرایۂ
اختتام پوشیدہ آب رنگ طبع بخشیدہ
والحمد للہ علی ذالک